احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

مارچ 2016ء

ایمان: ایک جامع حقیقت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

منصفانہ سماجی و معاشی نظام کی تشکیل
دینِ اسلام کا بنیادی تقاضا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
حیات و سیرت پر ایک نظر

قدرتی آفات کا نزول
ہماری بداعمالیوں کے سبب اظہارِ ناراضگیٔ الٰہی

پشاور: تحریک منہاج القرآن، عوامی تحریک کا تنظیمی کنونشن

اسلام آباد: میلاد مصطفی ﷺ کانفرنس

کوٹ مٹھن: خواجہ فریدؒ قومی امن کانفرنس

MWF فیصل آباد کے زیر اہتمام 25 جوڑوں کی اجتماعی شادیوں کی پروقار تقریب

ضرب امن یوتھ ٹریننگ ورکشاپس

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضان نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

جلد 30 شمارہ 3 / جمادی الاولیٰ / جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ / مارچ 2016ء

www.facebook.com/minhajulquran

www.minhaj.info mqmujallah@gmail.com

حسن ترتیب

اداریہ۔۔مک مکا کی سیاست اور کرپشن کا اندھیر		3
(القرآن)۔ایمان: ایک جامع حقیقت	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
(الفقہ)۔آپ کے فقہی مسائل	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	16
حضرت ابوبکر صدیقؓ۔۔حیات و سیرت پر ایک نظر	ڈاکٹر علی اکبر الازہری	19
قدرتی آفات کا نزول۔ہماری بداعمالیوں کے سبب اظہارِ ناراضگی الٰہی	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	27
منصفانہ سماجی و معاشی نظام کی تشکیل	ایس ایچ صدیقی	35
ملکی حالات و واقعات۔۔حقائق کیا ہیں۔۔۔؟	عین الحق بغدادی	42
تحریکی سرگرمیاں		47
محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا دورہ جنوبی کوریا اور ہانگ کانگ		49

چیف ایڈیٹر

ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

ایڈیٹر

محمد یوسف

اسسٹنٹ ایڈیٹر

محمد شعیب بزمی

مجلس مشاورت

صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، خرم نواز گنڈاپور

احمد نواز انجم، جی ایم ملک

سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری

غلام مرتضیٰ علوی، نوراللہ صدیقی، فرح ناز

مجلس ادارت

علامہ محمد معراج الاسلام، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

پروفیسر محمد نصراللہ معینی، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم

گرافکس: عبدالسلام

خطاطی: محمد اکرم قادری

عکاسی: محمود الاسلام قاضی

قیمت فی شمارہ: 35 روپے

سالانہ خریداری: 350 روپے

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

فون: UAN: 111-140-140 فیکس: 042-35168184

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

حمد باری تعالیٰ

طفیل حبیب مکرم الٰہی
کرم کی نظر رکھنا ہر دم الٰہی

ترے عشق کی آئینہ دار جو ہو
عطا کردے وہ چشم پرنم الٰہی

ترے نور کے پاک جلوؤں میں ڈھل کے
چمکتی ہے پھولوں پہ شبنم الٰہی

یہ دریا، سمندر، یہ چشمے، یہ جھرنے
الاپیں محبت کے سرگم الٰہی

کبھی ہیں بہاریں کبھی ہیں خزائیں
بھرے حکمتوں سے ہیں موسم الٰہی

مٹے نامیوں کے نشاں ایک پل میں
ہوئی ذات تیری جو برہم الٰہی

اُنہی کا مقدر ہوئی سرفرازی
ہوئے سر جو تیرے لئے خم الٰہی

علاجِ دلِ صابریؔ بس یہی ہے
تری رحمتوں کا ہو مرہم الٰہی

﴿محمد علی صابری﴾

سلامٌ علیکَ، سلامٌ علیکَ

لہو ہے قلبِ حزیں، آنکھ میں نمی ہے بہت
حضورؐ نگہِ کرم، آج بے کلی ہے بہت
کریں غلام کو اسبابِ زیست پھر سے عطا
لگی جو آگ نشیمن میں کل، جلی ہے بہت
حضورؐ دولتِ ایمان چھن نہ جائے کہیں
حضورؐ بچوں کو گھیرے ہے، گمرہی ہے بہت
لگائے نعرۂ حق کوئی شعلۂ آواز
تنی ہے ظلم کی شب اور تیرگی ہے بہت
یہی حضورؐ کی سنت ہے آزما لیجئے
فلاح کے لئے الفت کی چاشنی ہے بہت
عطائے جنتِ ماویٰ ہے انتہائے کرم
غلام کے لئے محبوبؐ کی گلی ہے بہت
حضور عازمِ محشر کو اب بلا لیجئے
غلام اذن کے لئے آج ملتجی ہے بہت
جب اس کو بندۂ نادم پہ رحم آجائے
حضورِ حق میں وہ توبہ کی اک گھڑی ہے بہت
حضورؐ آپ نے بخشی ہے ہر خوشی مجھ کو
مرے لئے تو یہ احساسِ سرخوشی ہے بہت
عزیزؔ راہِ عمل میں تکلفات نہیں
حصولِ بادۂ تسکیں کو سادگی ہے بہت

﴿شیخ عبدالعزیز دباغ﴾

اداریہ

مک مکا کی سیاست اور کرپشن کا اندھیر

یہ ایک قطعی امر ہے کہ جب حکومتیں عوام کے مسائل اور ضروریات کو سامنے رکھنے کے بجائے اپنے مادی اور سیاسی مفادات کے تحت قومی دولت کا استعمال کرتی ہیں تو اس کے نتیجہ میں سوسائٹی انتشار اور بے یقینی کا شکار ہوجاتی ہے۔ بدقسمتی سے جنوبی ایشیاء میں پاکستانی عوام حکمرانوں کی انہی نااہلیوں کے سبب معاشی و ریاستی دہشت گردی کا شکار ہے اور ایک سازش کے تحت پاکستان کو ناکام ریاست بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس ملک میں رائج سیاسی نظام ہو یا معاشی نظام، اخلاقی نظام ہو یا آئین و قانون کی پاسداری ہر ایک پر ایک سوالیہ نشان ہے۔ باصلاحیت افرادی قوت اور بے پناہ قدرتی وسائل کے باوجود ملک بھوک اور اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے۔ ملک کے کئی حصوں میں بھوک کی فصل اگ رہی ہے، صاف پانی میسر نہیں، روزانہ معصوم بچے علاج اور خوراک نہ ہونے کی وجہ سے موت کے منہ میں جارہے ہیں، یہ سارے عذاب جو قوم پر مسلط ہیں اس کا ایک سبب ہماری اجتماعی بداعمالیاں تو ہیں ہی مگر اس تمام کے پیچھے ہمارے حکمرانوں کی نااہلی کا بھی عمل دخل ہے۔

عالمی سطح پر مہنگائی کم ہورہی ہے جبکہ پاکستان میں نااہل حکمرانوں کی وجہ سے اس میں ہر آئے روز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے کبھی عوامی مفادات کو اپنی ترجیحات میں رکھا ہی نہیں۔ حکمرانوں کیلئے تعلیم، صحت اور انصاف اہم نہیں بلکہ اربوں کھربوں کے وہ منصوبے اہم ہیں جن سے انہیں کمیشن ملنے کا یقین ہو یا کرپشن کے لئے کھلے دروازے دستیاب ہوں۔ آج اگر ملک میں عوام کی نمائندہ حکومتیں ہوتیں تو قومی دولت ہسپتالوں کی ادویات، بچوں کو معیاری تعلیم اور عوام کو بنیادی ضروریات کی فراہمی پر ترجیحاً خرچ ہوتی۔ موجودہ اسمبلیاں زندہ انسانوں کے قبرستان ہیں۔ اس لئے تو انہیں قومی و عوامی مفادات کے لئے کسی بھی قسم کے اقدامات کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ حکمران باہر سے کھربوں روپے کے قرض لیں یا قرضوں کے ان پیسوں کو اپنی پسند کے منصوبوں پر خرچ کریں، انہیں کہیں سے منظوری لینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اسمبلیوں میں بیٹھے ہوئے نمائندے تھانہ، پٹواری کی سیاست پر خوش ہیں اور عوام کے مفاد کا تحفظ کرنے والا کوئی نہیں۔

ملک میں ہر محکمے میں کرپشن اپنے عروج پر ہے۔ گردشی قرضوں کی مد میں 500 ارب کی متنازعہ ادائیگی موجودہ دور حکومت کی سب سے بڑی کرپشن ہے۔ نیب والے صرف دکھانے کے لئے ایک آدھ کیس میڈیا پر لے آتے ہیں مگر میگا کرپشن کے سینکڑوں کیسز کے حوالے سے مجرمانہ خاموشی ہے۔ میٹرو بس، نندی پور پاور پلانٹ، پنجاب یوتھ فیسٹیول، ترقیاتی فنڈز کی غیر منصفانہ تقسیم، سستی روٹی، فوڈ سپورٹ پروگرام، دانش سکول اور گرین ٹریکٹر سکیم جیسے کئی منصوبوں میں انہیں کرپشن نظر نہیں آتی۔ ان حکمرانوں کے ماضی کے ریکارڈ کی روشنی میں یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ پاک چین اکنامک کاریڈور بھی ان کی کرپشن کی نذر ہوجائے گی بلکہ وفاقی حکومت کی طرف سے اس کی جملہ دستاویزات، نقشے اور معاہدے چھپانا دراصل کرپشن ہی کا آغاز ہے۔

حکومت اور اپوزیشن کی بظاہر چپقلش حقیقت میں نورا کشتی ہے۔ گذشتہ ماہ وزیر داخلہ کے اپوزیشن لیڈر کو دی

جانے والی مراعات اور حکومت و اپوزیشن کے مک مکا کے اعتراف نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی اس بات کا ثبوت فراہم کردیا کہ حکومت و اپوزیشن کا اپنی ذاتی مفادات کے تحفظ کے لئے ہر سطح پر مک مکا ہے۔ خواہ وہ الیکشن کمیشن اور چیئرمین نیب کی تقرری کا معاملہ ہو یا باہمی کرپشن کو چھپانے کی بات، ہر سطح پر یہ دونوں ایک ہیں۔ وزیر داخلہ کے اس بیان سے یہ راز بھی افشاں ہوجاتا ہے کہ دھرنے کے دوران حکومت کا ساتھ دینے والی جملہ سیاسی و مذہبی جماعتوں نے حکومت کو سہارا دینے کے لئے اپنی اپنی قیمت وصول کی اور اپنے سیاسی و ذاتی مفادات کے تحفظ کے لئے ایک ہوگئے۔ شیخ الاسلام نے دھرنے کے دوران جتنے بھی حقائق بیان کیے تھے آج نہ صرف ایوانوں کے اندر سے بلکہ ہر سطح پر اس کی تصدیق سامنے آرہی ہے۔ اسی مک مکا کی سیاست اور باریوں کے نظام نے جمہوریت کے نام پر بدترین آمریت کو جنم دیا ہے جس کا خمیازہ آج پوری قوم بھگت رہی ہے۔

قومی ایکشن پلان پر عمل درآمد کرنے میں ناکام حکمران اور موجودہ مک مکا کی سیاست نے آئندہ نسلوں کا مستقبل بھی داؤ پر لگا دیا ہے۔ عوام کے آئینی حقوق کو روندا جارہا ہے اور کوئی ادارہ پوچھنے والا نہیں۔ حکمرانوں کے ظالمانہ اقدامات اور دولت کی ہوس سے وفاق اور پاکستان کمزور ہو رہا ہے۔ قومی ایکشن پلان پر عمل درآمد کے حوالے سے مجرمانہ غفلت کی مرتکب حکومت منصوبہ بندی کے تحت نجکاری جیسے نان ایشوز کو ہوا دے کر دہشتگردی کے خلاف جنگ کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ حکومتی نااہلی کی انتہا یہ ہے کہ نیکٹا کو اب تک فعال نہیں بنایا گیا۔ ملک میں جو تھوڑا بہت امن نظر آتا ہے وہ آپریشن ضرب عضب کا مرہون منت ہے۔ نیشنل ایکشن پلان کے تمام نکات پر ان کی روح کے مطابق عمل درآمد ہوتا تو آج دہشتگردوں کی کمر ٹوٹ چکی ہوتی۔ حکومت نیشنل ایکشن پلان کے صرف ان نکات پر عمل درآمد کروا رہی ہے جس سے ان کے سیاسی مفادات متاثر نہ ہوں۔

ان حالات میں تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قیادت میں عوام کے حقوق کی بحالی اور انتہا پسندی کے خاتمہ کیلئے اپنا قومی و ملی کردار کی انجام دہی کے لئے مسلسل مصروف عمل ہے۔ شیخ الاسلام واحد قومی رہنما ہیں جو دہشتگردی، کرپشن اور ناانصافی کے خلاف کلمہ حق بلند کر رہے ہیں۔ دہشت گردی اور انتہا پسندی سے پاک پاکستان کیلئے، ظالم نظام کو بدلنے اور قیام امن کیلئے ہمارے کارکنان نے عظیم قربانیاں دیں اور اب بھی ہم قوم و ملک کی حفاظت کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ پاکستان سے دہشتگردی کی جڑیں کاٹنے اور آپریشن ضرب عضب کی فیصلہ کن کامیابی کیلئے شیخ الاسلام کی ہدایات پر ملک گیر ضرب امن مہم کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ نوجوان امن کے فروغ اور دہشتگردی کی فکری جڑیں کاٹنے کیلئے پیس ورکر بن کر امن اور اسلامی رواداری کے فروغ کی اس عظیم مہم کا حصہ بنیں۔

آج ملک پاکستان کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک وقوم کی حفاظت اور اسلام کے پر امن پیغام کو عام کرنے کیلئے ضرب علم و امن مہم کا حصہ بنے۔ افواجِ پاکستان ضربِ عضب کے ذریعے جبکہ ہم شیخ الاسلام کی قیادت میں ضربِ امن اور ضربِ علم کے ذریعے دہشتگردی و انتہاء پسندی کے خلاف اپنی جنگ جاری رکھیں گے۔

ایمان: ایک جامع حقیقت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ.

''اے ایمان والو! تم اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ''۔ (النساء:۱۳۶)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایمان والے تو پہلے ہی مومن ہیں اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یـــا ایھـــا الـذین امنوا سے خطاب فرمایا۔ اگر وہ مومن نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اُن کو اس طرح خطاب ہی نہ فرماتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ہی ایمان لانے کا حکم کیوں دیا؟ اس ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

اس ایمان لانے سے مراد دراصل ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔ آیئے حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کی روشنی میں اس ایمان لانے کے مفہوم اور تقاضوں کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الإِيْـمَـانُ بِـضْعٌ وَسَبْعُوْنَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا: قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَدْنَاهَا: إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيْمَانِ.

(صحيح مسلم، كتاب: الإيمان، باب: بيان عدد شعب الإيمان وأفضلها وأدناها، ١/٦٣، الرقم: ٣٥)

''ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں جن میں سب سے افضل لا إله إلا الله (یعنی وحدانیتِ الٰہی) کا اقرار کرنا ہے اور ان میں سب سے نچلا درجہ کسی تکلیف دہ چیز کا راستے سے دور کر دینا ہے، اور حیاء بھی ایمان کی ایک (اہم) شاخ ہے۔''

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ایمان کی تعریف بیان فرمائی اور ایمان کے سب سے اعلیٰ و افضل اور سب سے نچلے درجہ/شعبہ کو بیان فرمایا۔ آپ ﷺ نے ایمان کے ان شعبوں میں سب سے اعلیٰ و افضل شعبہ عقیدۂ توحید و رسالت کے اقرار و تصدیق اور آخری درجہ یا نچلا شعبہ ''راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا'' قرار دیا۔ پہلے اور آخری درجہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ انسانی زندگی کے یہاں تک کے شعبہ جات بھی داخلِ ایمان ہیں۔

گویا ایمان کے نچلے درجہ کو بیان کرکے واضح کردیا کہ ایمان کے دو Ends (انتہائیں) ہیں۔ ایک Highest end اور ایک Lowest end ہے یا یوں سمجھ لیں کہ ایک ایمان کی ابتداء اور ایک اس کا کمال و

☆ (خطاب نمبر CB-13) (CD#466) (مورخہ 30-09-2005)

عروج ہے۔ عقیدۂ توحید و رسالت ایمان کا Climax (کمال) اور ''کسی تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دینا'' ایمان کا پہلا قدم اور نچلا درجہ ہے جہاں سے ایمان کا مضمون شروع ہوتا ہے۔

ایمان کی ایک تعریف تو فنی، کلامی اور اعتقادی نوعیت کی ہے جس پر علم الکلام اور علم عقیدہ قائم ہے۔ اس تعریف کے مطابق ایمان دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار سے قائم ہوتا ہے۔ اللہ پر، اس کے رسولوں پر، فرشتوں پر، آخرت پر، اس کی کتابوں پر، اچھی بری تقدیر پر اور بعث بعد الموت پر ایمان لانا۔ الغرض امور غیبیہ اور حقائق غیبیہ جن کا ہم اپنے حواس کے ذریعے ادراک نہیں کرسکتے اور ان کی خبر اللہ نے اور اس کے رسول نے دی، انہیں بن دیکھے مان لینا ایمان کہلاتا ہے۔ یعنی الذین یومنون بالغیب جو محض نبی کے خبر دینے پر بن دیکھے حقائق کو مان لیتے ہیں وہی مومن کہلاتے ہیں۔

ایمان محض عقیدہ نہیں

اس فنی اور کلامی تعریف کے علاوہ مذکورہ حدیث سے بھی ایمان کی ایک تعریف واضح ہورہی ہے۔ یہ ایمان کی جامع و عملی تعریف ہے۔ جس میں حضور ﷺ نے درج ذیل تین چیزوں کو داخل ایمان قرار دیا:

۱۔ عقیدہ توحید و رسالت

۲۔ نقصان دہ چیز کا راستے سے ہٹانا

۳۔ حیاء و شرم

ان تین چیزوں کو داخلِ ایمان قرار دے کر حضور نبی اکرم ﷺ نے واضح فرمادیا کہ ایمان کو صرف عقیدہ نہ سمجھ لینا بلکہ ایمان ایک جامع حقیقت ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی بھی شعبہ، پہلو اور شجر حیات انسانی کی کوئی شاخ ایسی نہیں جو ایمان سے خارج ہو۔ ایمان ایک Comprehensive تصور ہے جو انسان کی زندگی کے فکری، اعتقادی، عملی، اخلاقی، تصوراتی، نظریاتی الغرض جملہ پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ایمان کی ستر 70 سے زیادہ شاخوں کا ذکر کرکے دراصل ایمان کی جامعیت، کلیت (Totality) اور ہمہ گیریت کو بیان فرمایا کہ ایمان انسانی زندگی کی ساری جہات اور گوشوں پر حاوی ہے۔ اسلام ایک کلی تصور ہے محض ایک جزو نہیں ہے۔ فقط یہ کہنا ہی کافی نہیں کہ ایمان اقرار اور تصدیق کا نام ہے بلکہ یہ اقرار، ایمان کی ایک جزوی حقیقت ہے۔

مذکورہ حدیث میں ایمان کو عملاً ایک کلی حقیقت کے طور پر بیان کیا جارہا ہے کہ زندگی کے تمام عملی پہلو داخلِ ایمان ہیں۔ ایمان ایک ایسی جامع حقیقت ہے جو انسان کی ساری زندگی کو سنوارتا، حسین کرتا، کامل کرتا اور اس کے ہر نقص کو دور کرتا ہے۔ گویا ایمان انسان کی پوری زندگی کو کاملیت Perfection دیتا ہے۔

ایمان: کاملیت کے حصول کا ضامن

ایمان سے انسان کی پوری زندگی کو کاملیت (Perfection) کس طرح ملتی ہے؟ اس کا جواب ہمیں اس حدیث مبارکہ سے میسر آتا ہے۔ حضور ﷺ نے ایمان کی اس تعریف میں جن تین امور کو بیان کیا ہے، ان کا اظہار علامتی (Symbolic) طور پر کیا ہے۔ آیئے ان تینوں امور کی اہمیت اور انسانی زندگی پر ان کے اثرات کا جائزہ لیتے ہیں:

۱۔ ''ایک'' کا ڈر بقیہ سے نڈر

حضور نبی اکرم ﷺ نے لا الہ الا اللہ کے ذریعے ایمان کا سب سے افضل درجہ عقیدہ توحید و رسالت کو بیان فرمایا ہے۔ عقیدہ رسالت بھی اس میں اس لئے شامل ہے کہ توحید کا وہی اقرار قابلِ قبول ہے جو بواسطہ رسالت ہو۔ عقیدہ توحید و رسالت سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ ایمان

کا Climax (عروج و کمال) یہ ہے کہ بندہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ پر درست عقیدہ رکھے۔ اس کو افضل و اول درجہ اس لئے قرار دیا کہ یہ ایمان کی معراج ہے اور یہ عقیدہ انسان کی زندگی کو معراج عطا کرتا ہے۔

یہ امر ذہن نشین رہے کہ نہ اللہ تعالیٰ ہمارے عقیدۂ توحید کا محتاج ہے اور نہ ہی حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے عقیدۂ رسالت کے محتاج ہیں۔ اگر ہم اللہ کو ایک نہیں مانیں گے اور عقیدہ توحید پر ایمان نہیں لائیں گے تو اس سے اللہ کی توحید و الوہیت میں ایک رتی برابر بھی کمی نہیں ہوگی۔ اس کے خدا ہونے میں کوئی نقص نہیں ہوگا اور اس کے الٰہ ہونے، معبود برحق ہونے اور وحدہ لاشریک ہونے میں کوئی کمی نہیں ہوجائے گی۔ اس کی الوہیت ہمارے عقیدے اور ایمان کی محتاج نہیں بلکہ ہم اس کے محتاج ہیں۔

عقیدۂ توحید کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو ایک مانیں تاکہ ہماری وفاداریاں تقسیم ہونے سے محفوظ ہوجائیں۔ ہماری شخصیت میں ایک Unity (وحدت) اور یکسانیت آجائے اور ہم جگہ جگہ دو/ چار/ دس/ پندرہ/ بیس/ سو ہزار چھوٹے معبودوں کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکانے کے بجائے صرف ایک کے سامنے جھک جائیں اور بقیہ تمام سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق سلوک کرتے ہوئے ڈٹ جائیں۔

عقیدہ توحید کا مطلب ہے کہ ہم ہر آمر کا انکار کردیں۔ آمر کا مطلب ہے ''صاحب امر'' یعنی ہر اس شخص کا جو جھوٹے امر کا دعویدار ہے اور آمر بنتا ہے، اس کا انکار کردیں۔ ہم اگر ایک ہستی کے امر کو مان لیں، تو ہزار جھوٹی بندگیوں کی غلامی سے نجات پاجائیں گے۔۔۔ ایک ہستی وحدہ لاشریک کا بندہ بن جائیں گے تو ہر ایک کے سامنے دامنِ سوال دراز کرنے سے محفوظ ہوجائیں گے۔۔۔ ہماری غیرت، حمیت، آزادی اور عزتِ نفس چکنا چور و ریزہ ریزہ ہونے سے بچ جائے گی۔۔۔ ایک در کے سوالی ہوجانے سے ہم ہر ایک کے ڈر سے بچ جائیں گے۔ اگر ''ایک'' کا ڈر آجائے تو بندہ ہر ایک سے نڈر ہوجاتا ہے۔ بندہ جب ایک بارگاہ کی بندگی اختیار کرلے تو ہر ایک کی غلامی سے آزاد ہوجاتا ہے۔

گویا عقیدۂ توحید ہمیں ہی سنوارتا اور بناتا ہے۔ الوہیت کو ہمارے عقیدۂ توحید سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ الوہیت نام ہی بے نیازی و صمدیت کا ہے۔ وہ بے نیاز ہے، اس لئے کہ وہ رب ہے۔ وہ محتاج ہوتا تو رب ہی نہ ہوتا۔ ہم محتاج ہیں، اس لئے کہ ہم بندے ہیں۔ ہم اس کے بغیر نہ پیدا ہوسکتے تھے، نہ رہ سکتے ہیں، نہ چل سکتے ہیں جبکہ وہ ہمارے بغیر ہوسکتا ہے، وہ ہمارے بغیر ہے اور ہمارے بغیر ہوگا۔ حکومت، اقتدار مطلق اور امر حقیقی کا اختیار اسی کا ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ عبادت کا حق بھی اسی کا ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو بلکہ بندے جس کے محتاج ہوں۔

پس لا الٰہ الا اللّٰہ کہنے سے مومن بے خوف و خطر میدانِ حیات میں کود پڑتا ہے اور اس کی شخصیت میں قوت، طاقت، استحکام، نظم اور یکجہتی آجاتی ہے اور وہ انتشار، اضطراب اور وفاداریوں میں تقسیم ہونے سے بچ جاتا ہے۔

درِ مصطفی ﷺ: ''نہیں کوئی اور مَفر مَقر''

''محمد رسول اللّٰہ'' کے اقرار کے ذریعے انسان وفاداری کا تعین کرتا ہے۔ جب حضور ﷺ کو اللہ کا رسول مان لیا تو پھر دوسروں کی اطاعت و پیروی سے بچ گئے۔ بس ایک Standard اور Criteria بن گیا۔ ایک ہی معیار اور نمونہ بن گیا اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ اس در پر جھکنے کے بعد اب مومن طرح طرح کے ماڈل دیکھنے کا محتاج نہیں رہتا۔ انسان کسی بھی کام کے لئے ماڈل دیکھتا ہے کہ کامل (Perfect) ماڈل کون سا ہے، کس کی پیروی کروں؟ دنیاوی زندگی میں بھی ہم معیاری اشیاء

کے حصول کے لئے مختلف ماڈلز، ڈیزائنز اور نمونے دیکھتے ہیں۔ مثلاً گھر بنانا ہو، گاڑی فرنیچر، زیورات، کمپیوٹر وغیرہ کو خریدنا ہو، ہم ایک بہترین و کامل نمونہ کو تلاش کرتے ہیں۔

اس ایک بہترین و کامل نمونہ کی تلاش میں ہمیں محنت کرنی پڑتی ہے۔ اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کرنا پڑتی ہے۔ اکثر بڑے تجربات کے بعد بھی ناکامی سامنے آتی ہے۔ کبھی کسی ماڈل میں نقص نکلا اور کبھی دوسرے طریقے سے بنائی گئی شے میں کوئی کمی رہ گئی۔ الغرض بڑی محنتوں کے بعد ٹھوکریں کھاتے کھاتے کسی اچھے ماڈل کی طرف جاتے ہیں لیکن چند سالوں کے بعد پھر وہ ماڈل/نمونہ بھی بدل جاتا ہے اور اس سے بھی اچھا کسی اور کمپنی کا ماڈل مارکیٹ میں آجاتا ہے۔ ہر سال ہم کار یا کمپیوٹر کے ماڈل بدلتے ہیں۔ ہم پچھلا ماڈل چھوڑتے چلے جاتے ہیں اور اگلے ماڈل کو اختیار کرتے چلے جاتے ہیں۔ گویا یہ ماڈل بدلنے کا عمل ہمیں کہیں ٹکنے نہیں دیتا اور نفس کی زندگی سے نکلنے نہیں دیتا۔

اب محمد رسول اللہ ﷺ کیا ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ یہ ہے کہ لوگو تمہیں ایک کامل نمونہ حیات چاہئے تھا، بجائے اس کے کہ تم دربدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے، ناکام تجربے کرتے، خالق کائنات نے اس کائنات میں سب سے کامل ماڈل ''محمد ﷺ'' کے نام سے تمہیں عطا کردیا اور فرمایا میرے سوا رب کوئی نہیں ہے اور محمد ﷺ جیسا کائنات میں کوئی ماڈل و نمونہ نہیں ہے۔ خالقِ حیات میں ہوں اور نمونۂ حیات میرے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اس سے بہتر کوئی ماڈل آئے گا اور نہ تمہیں بدلنا ہوگا اور نہ ہی ان میں کوئی کمی ہوگی۔ گویا یہاں آجاؤ گے تو ہر شے کی ہدایت اسی ایک جگہ سے مل جائے گی۔

دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہمیں مختلف جگہوں سے مطلوبہ اشیاء میسر آتی ہیں۔ کسی ایک جگہ سے ہر شے میسر نہیں آسکتی۔ گوشت کے لئے قصاب کی دکان پر جانا پڑتا ہے، دالوں، گھی، مرچ، مصالحہ، آٹا، الگ دکانوں سے جاکر لیتے ہیں۔ کپڑوں کے لئے کلاتھ مارکیٹ میں جاتے ہیں۔ جوتوں کے لئے کسی اور دکان پر جاتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ قصاب کی دکان پر جائیں اور اس سے پوچھیں کہ کیا جوتے بھی آپ کے پاس ہیں؟ وہ تو جوتے ہی مارے گا، کہے گا کہ دیکھتے نہیں ہو کہ بکرے لٹکے ہوئے ہیں، جوتے یہاں نہیں ملتے۔ دودھ دہی والے کی دکان سے چاول نہیں ملیں گے۔ الغرض ہر ایک شے کی دکان الگ الگ ہے۔

اب خیر دنیا نے ترقی کرلی ہے اور آدمی مطلوبہ چیزوں کے حصول کے لئے وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اور تمام اشیاء ایک ہی جگہ سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں سب سے پہلے ڈیپارٹمنٹل سٹور قائم ہوئے۔ جہاں زیادہ سے زیادہ چیزیں ایک ہی چھت تلے میسر آسکتی ہیں۔ بعد ازاں سپر مارکیٹ وجود میں آگئی، جو ڈیپارٹمنٹل سٹور سے بھی زیادہ وسعت کی حامل ہے۔ جو کچھ ممکن تھا ایک ہی چھت کے نیچے جمع کردیا تاکہ تمام چیزیں ایک ہی جگہ سے مل جائیں۔ دنیا نے مزید ترقی کی، اب مغربی دنیا میں مالز وجود میں آگئی ہیں۔ ایک ہی چھت تلے دنیا جہاں کی ہر چیز جوتے کے تسمہ سے لے کر جہاز کی خریداری تک کا سودا بھی یہاں ہوتا ہے۔

بتانا مقصود یہ ہے کہ انسان کا ذہن اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہمہ وقت اعلیٰ سے اعلیٰ سمت اور جامعیت و ہمہ گیریت کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ جزئیت کو چھوڑ کر کلیت کی طرف گامزن رہتا ہے۔ انسان آج مختلف جگہوں میں تفرق کی بجائے وحدت کی طرف جانا پسند کرتا ہے۔ بہت سی جگہوں پر جانے کی بجائے ایک ہی جگہ سے مطلوبہ اشیاء کے حصول کو پسند کرتا ہے۔ گویا انسان کی اجتماعی زندگی بھی اسی سمت بڑھتی رہی ہے۔

نبوت و رسالت کا ارتقاء

اللہ رب العزت کا نظام نبوت و رسالت بھی اس کی ہدایت کے مطابق اسی اصول کی طرف بڑھتا رہا۔

اس نے مختلف انبیاء بھیجے اور طرح طرح کی ہدایت، معجزات، تعلیمات اور کمالات ان میں تقسیم کئے۔ لہذا کچھ بائبل میں دیا، کچھ توراۃ میں دیا، کچھ انجیل میں دیا، کچھ زبور میں دیا، کچھ ہر پیغمبر کے صحیفے میں دیا۔ اللہ رب العزت نے اپنی ہدایت ربانی میں سے اس دور کے لوگوں کی ضرورت کے مطابق جو جو ضروری تھا، دے دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کی اقوام کو ربانی ہدایت، سامان ہدایت، اخلاقی و اصلاحی رہنمائی الغرض اس زمانے کے مطابق جس جس شے کی ضرورت تھی، انہیں وہ دے دی۔

جوں جوں انسانیت ترقی کرتی جارہی تھی، اس کی سوچ وسیع ہوتی جارہی تھی، اس کی ضرورتیں پھیلتی جارہی تھیں اس کے تقاضے اور حاجات بڑھتی جارہی تھیں۔ توں توں نبوت و رسالت کا دامن بھی اللہ تعالیٰ پھیلاتا چلا گیا۔ سامان ہدایت کی فراہمی بڑھاتا چلا گیا۔ جس جس طرح انسانیت کا ارتقاء ہوتا گیا، اسی طرح نبوت و رسالت کا بھی ارتقاء ہوتا گیا۔ ادھر انسانیت کی ضرورت بڑھتی گئی، ادھر سے ہدایت ربانی کی فراہمی بڑھتی گئی۔۔۔ ادھر انسانیت کی سوچ کا دائرہ بڑھتا گیا ادھر انسانیت کو ہدایت دینے کے لئے نبوت و رسالت کی ہدایت کا درجہ و دائرہ بڑھتا گیا۔

بالآخر جب انسانیت آج کے اس دور میں یعنی اپنے بلوغ (Maturity) کے آخری دور میں داخل ہوگئی، اس کی ضرورتیں وسیع ہوگئیں، سوچ بلند ہوگئی اور اس میں وسعتیں آگئیں، ریاستوں کی تشکیل ہونے لگی، نظام بننے لگے، سوچیں ترقی پانے لگیں، اخلاق بننے لگے، انسانیت عالمگیر سطح پر وسیع ہوگئی، تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب ہم بھی چھوٹے چھوٹے مراکز کا سلسلہ ختم کرتے ہیں اور اب وہ نبی بھیجتے ہیں کہ جب تک کائنات رہے گی، ہر ضرورت اسی نبی کے در پر پوری ہوگی۔ اب ایسا نہیں ہوگا کہ عبادت اور عبادات کی رہنمائی لینے کے لئے انسان کو کسی اور جگہ جانا پڑے۔۔۔ معاملات کی رہنمائی لینے کے لئے دوسری جگہ جانا پڑے۔۔۔ اخلاق (Morality) کی رہنمائی کے لئے کسی اور مرکز پر جانا پڑے۔۔۔ روحانیت کی رہنمائی کے لئے کسی اور مرکز پر جانا پڑے۔

پہلے دنیا میں یہی کچھ تھا۔ ہر نبی کے پاس بھی اللہ تعالیٰ نے ضرورتوں کے مطابق سامان رکھا تھا۔ دنیا میں جو مصلحین (Social Reformers) سماجی اصلاح کرنے والے غیر پیغمبر بھی اگر تھے تو وہ بھی اپنے شعبوں کا سامان لے کر آئے۔ ان کے شعبے تقسیم تھے۔ ایک شعبہ والا دوسرے شعبہ کے متعلق رہنمائی دینے سے قاصر تھا، اگر کوئی اس طرح رہنمائی کے لئے ان کے پاس آتا تو کہتے کہ میرے پاس ان چیزوں کا سامان نہیں ہے کسی اور کے پاس جاؤ۔ انسان کو زندگی کے پچاس شعبوں میں رہنمائی لینے کے لئے پچاس جگہوں پر جانا پڑتا تھا۔ ادب سیکھنے کے لئے کوئی اور ماڈل ہے۔۔۔ اخلاق کے لئے ماڈل اور ہے۔۔۔ آئین، قانون اور دستور سیکھنے کے لئے ماڈل و ذریعہ اور ہے۔۔۔ زندگی کے رسم و رواج سیکھنے کے لئے ماڈل اور ہے۔۔۔ انسانی زندگی کی قدریں سیکھنے کے لئے ماڈل اور ہے۔۔۔ سیکولر ایجنڈا سیکھنے کے لئے ماڈل اور ہے۔۔۔ سیاسی ایجنڈا کے لئے ماڈل اور ہے۔۔۔ اکنامک کے لئے ماڈل اور ہے۔۔۔ کلچر کے لئے ماڈل اور ہے۔۔۔ نالج اور سائنس کے لئے ماڈل اور ہے۔۔۔ فلسفے کے لئے ماڈل اور ہے۔۔۔ انسان کو متعدد جگہ دربدر جاکر اپنی ضروریات پوری کرنی پڑتی تھیں۔

اللہ رب العزت نے فرمایا آج سارے مراکز بند کردیئے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے وہ رسول ہیں کہ قیامت تک انسانیت کی جو بھی ضرورت ہوگی، جسم سے متعلق یا روح کے متعلق۔۔۔ ذہن سے متعلق یا اخلاق کے متعلق۔۔۔ ظاہر سے متعلق یا باطن سے متعلق۔۔۔

سیاست کے متعلق یا معیشت کے متعلق۔۔۔ معاشرے کے متعلق یا فلسفے کے متعلق۔۔۔علم کے متعلق یا معرفت کے متعلق۔۔۔ انسانی کائنات کی جو جو ضرورت ہوگی اسے در در نہیں جانا ہوگا، اب محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک در کھول دیا ہے۔ ہر ایک کو اُس کے حسبِ حال میسر آجائے گا۔ یہ ''محمد رسول اللہ ﷺ'' کا عملی معنی ومفہوم ہے۔

واضح فرمادیا کہ لوگو! اول سے رب ایک ہی تھا کوئی اس کو کسی بھی نام سے پکارتا پھرے مگر نبوت چونکہ انسانیت کے اندر تھی، اس میں ارتقاء ہوا۔ الوہیت اول دن سے وحدت تھی، آخر تک وحدت ہے جبکہ نبوت کثرت سے چلی اور وحدت پہ آکر ختم ہوگئی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا سفر تھا، یہ سفر وحدت پر آکر ختم ہوگیا۔ جب نبیٔ آخر آگئے، وہی خاتم النبیین ہوگئے تو اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ اس در پر کوئی کمی ہوگی تو اور دکان کھلے گی، یہاں تو کمی کوئی نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس ایک ماڈل کو اختیار کرنے اور اس ایک در کے سوالی بننے سے انسانیت تقسیم اور افتراق سے بچ گئی۔

۲۔ وہ جینا بھی خاک جینا ہے جو اپنے لئے ہو

ایمان کے اعلیٰ و افضل درجہ کو واضح کرنے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ فرمایا:

وَاِدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ.

ایمان کا سب سے نچلا درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔

کوئی مذہب ایسا نہیں جو ایسے کاموں کو بھی داخل ایمان کرے۔ دیگر مذاہب میں ان کے ایک سنگل ایجنڈے کو مان لینا ایمان ہے۔ بقیہ زندگی سیکولر ہے تو اس سے ان کے عقیدہ و ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر آقا علیہ السلام نے ایمان کا یہ تصور دیا کہ راستے میں اگر پتھر پڑا ہے، کانٹے پڑے ہیں یا اور کوئی چیز پڑی ہے جو راہ چلتے مسافر کی تکلیف کا باعث بن سکتی ہے تو اس پتھر، کانٹے، تکلیف دہ چیز کو اٹھا کر راستے سے دور پھینک دینے کا عمل بھی ایمان ہے۔ اس عمل کو دور جدید کی اصطلاح میں انسانی حقوق (Human Rights) کہتے ہیں۔ اس لئے کہ انسانی حقوق کا سارلبِ لباب یہی ہے کہ کسی انسان کو تکلیف نہ پہنچے، ہمارے عمل سے وہ تکلیف دور ہوجائے اور متاثرہ شخص کو راحت پہنچے۔

لوگوں کے نزدیک یہ ایک سیکولر، نیچرل اور اخلاقی عمل ہے لیکن اسلام نے کہا کہ یہ عمل نہ سیکولر ہے اور نہ محض اخلاقی ہے بلکہ یہ ایمان کا حصہ ہے۔ وہ اسلام جو لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرنا ایمان کا حصہ قرار دیتا ہے، وہ اسلام کس طرح کسی مسلمان کے لئے لوگوں کو تکلیف دینا جائز قرار دے سکتا ہے۔۔۔؟ افسوس! ہماری ساری زندگی عبارت ہی اسی سے ہے۔ ہم جیتے ہی اس لئے ہیں کہ دوسروں کا جینا حرام کردیں۔ ہمارے جینے کا مقصد یہ ہے کہ دوسرا کوئی نہ جئے۔ پنجابی کی ایک رباعی ہماری زندگی گزارنے کی خواہش کی عکاس ہے کہ

پنج ست مرن گوانڈنیاں، رہندیاں نوں تاپ چڑھے
ہٹی سڑے کراڑ دی جتھے دیوا نت بلے
کتی مرے فقیر دی جھہڑی ٹاں ٹاں نت کرے
گلیاں ہوجاون سنجیاں وچ مرزا یار پھرے

یعنی سب کا صفایا ہوجائے، کوئی نہ بچے، بس تنہا میں ہی میں رہوں۔ یہ ہماری زندگی اور ہمارے سوچنے کا طریقہ (Approach) ہے۔ ہم دوسرے کے مرنے کی قیمت (Cost) پر جینا چاہتے ہیں اور اپنے جینے کا سامان کرتے ہیں جبکہ ایمان یہ ہے کہ ہمارے مرنے کی قیمت (Cost) پر دوسرا جی پڑے۔

معروف حدیث ہے کہ کسی غزوہ میں کچھ لوگ شہید ہونے کے قریب تھے۔ سخت زخمی حالت میں تڑپ رہے تھے اور ہر کوئی پیاسا تھا۔ ہر ایک نے پانی مانگا مگر

پانی کا پیالہ ایک تھا۔ جب ایک کو پانی پلانے کے لئے پیالہ اس کے قریب کیا تو دوسرے کی آواز آئی ’’**العطش**‘‘ میں پیاسا ہوں۔ اس پہلے والے نے لبوں کے پاس سے پیالہ ہٹادیا اور کہا پہلے میرے زخمی بھائی کو پلادو۔ پانی پلانے والا اس کے پاس گیا، ابھی وہ پانی پینے ہی لگا تھا کہ ایک اور آواز آئی ’’**العطش**‘‘، اس نے بھی پیالہ ہٹادیا اور کہا کہ اس کو پلاؤ۔ اس طرح چلتے چلتے سات لوگوں تک پانی کا پیالہ گیا مگر کسی نے ایک گھونٹ بھی نہیں بھرا۔ ایک کے پانی پینے سے پہلے دوسرے زخمی کی آواز آجاتی اور ہر زخمی دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتا رہا۔ حتی کہ جب ساتویں آدمی تک پانی پہنچا تو وہ شہید ہوچکا تھا اور پانی پی ہی نہ سکا۔ پانی پلانے والا اس کے ساتھ والے کی طرف لپکا کہ چلو اس کو پلاتے ہیں لیکن وہ بھی شہید ہوگیا۔ پلانے والا ہر ایک کے پاس آیا، حتی کہ پہلے شخص تک پہنچ گیا مگر وہ تمام شہید ہوگئے۔

ان تمام نے صرف ایک اصول پر جان دے دی کہ دوسرے کی جان بچ جائے۔ یہ ایمان کا حقیقی تصور ہے کہ اپنی جان دے کر دوسرے کو بچالیا جائے۔

شہید اور عام آدمی کی موت میں فرق

شہید کی موت اور ایک عام آدمی کی موت کے درمیان یہی فرق ہے، جس وجہ سے شہید کو زندہ کہتے ہیں۔ ایک آدمی بخار سے یا کسی بیماری سے گھر پر مرگیا اور ایک شہید ہوگیا۔ جسمانی موت (Physical Death) تو دونوں کی ہوگئی۔ دونوں کے جنازے پڑھے گئے، دونوں کو قبروں میں دفن کیا گیا مگر دونوں میں فرق ہے۔ ایک کو مردہ کہتے ہیں جبکہ دوسرے کو مردہ کہنا حرام ہے، اس کو زندہ کہتے ہیں۔ موت دونوں پر آئی مگر شہید کے بارے میں فرمایا کہ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. (البقرہ: 154)

’’اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مُردہ ہیں، (وہ مُردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں‘‘۔

جسمانی (Physicaly) پوزیشن دونوں کی ایک ہے مگر ان دونوں میں بہت سارے فرق ہیں۔ اس وقت وہ تمام فرق میرا موضوع نہیں، اس موضوع کی مناسبت سے ایک فرق یہ ہے کہ ایک شخص خود مرگیا اس لئے مردہ ہے جبکہ دوسرا کسی کی خاطر مرگیا، لہذا وہ زندہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے خبردار! جو کسی کی خاطر مرتا ہے اسے مردہ نہ کہنا، وہی تو اصل زندگی ہے۔ جبکہ دوسروں کو مارکر خود زندہ رہنا موت ہے بلکہ موت سے بھی بدتر ہے۔

اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھیں کہ ایک ماچس کی تیلی جل کر خود تو راکھ ہوگئی مگر کئی چراغ جلاگئی، اندھیرے ختم کرگئی اور اندھیروں کو روشنی میں بدل گئی۔ لہذا یہ ماچس کی تیلی مردہ نہیں بلکہ زندہ ہے۔ اسی طرح شہید خود تو مرگیا مگر کئی کو جینا سکھا گیا اور مرنے والوں کو مرنے سے بچا گیا۔

کربلا میں جسمانی وفات (Physically Death) سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہوئی اور ظاہر میں فوجی جنگی تناظر کے مقابلے میں فتح یزید کی ہوئی مگر آج کے دن تک کوئی یزید کو فتح یاب نہیں کہتا کیونکہ وہ مرگیا۔ اس کی قبر بھی کسی کو معلوم نہیں جبکہ مسلم تو مسلم شاید روئے زمین پر سوجھ بوجھ رکھنے والا کوئی کافر بھی ایسا نہ ہو جو امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے خبر ہو۔ اس لئے کہ انسانیت کو جینے کا ہنر سکھانے کے باعث وہ زندہ ہیں۔

انسان کو بیدار تو ہولینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

سمجھانا مقصود یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی تصور ایک پتھر یا کانٹا راستے سے ہٹانے سے لے کر شہید ہونے تک فلسفہ ایک ہی ہے کہ خود کو تکلیف میں ڈال کر بھی دوسروں کو تکلیف سے بچانا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کیا

جائے۔ آج دنیا اس تصور کو انسانی حقوق (Human Rights) کہتی ہے جبکہ اسلام نے تو اس تصور کو اس سے بھی بہت بلند درجہ یعنی ایمان قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ انسانی حقوق کا بانی اسلام ہے۔ افسوس کہ اب اسلام پر دہشت گردی کا طعنہ ہے۔ دہشت گردی کا طعنہ اسلام کو دینے والے دے رہے ہیں اور دلانے والے خوشی سے دلا رہے ہیں۔ افسوس کہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اسلام سے بہتر امن و امان اور سلامتی کا تصور انسانیت کو کائنات میں کسی نے نہ دیا ہے اور نہ کوئی دے سکتا ہے۔ ایک طرف عقیدۂ ایمان ہے اور ایک طرف انسانیت کی خدمت و لوگوں کی بھلائی کا سوچنا بھی ایمان ہے۔

عبادات کی روح

آج ہمارے ہاں ایمان اور عبادت کا الگ ہی تصور ہے۔ صرف نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، حج کرنا، عمرے کرنا، تسبیح کرنا اور باقی رسم و رواج کو ایمان اور اسی کو عبادت قرار دے رکھا ہے۔ یاد رکھیں کہ مذکورہ اعمال عبادتیں ہیں جبکہ انسانیت کی بھلائی کے اقدامات کرنا عبادات کی روح ہے۔ اگر ہم سے انسانیت کو ضرر، دکھ اور اذیت پہنچے تو نہ نماز قبول ہے اور نہ حج، نہ کعبے کے طواف قبول ہیں اور نہ روزے قبول ہیں۔ اللہ رب العزت ہمارے سجدوں اور طواف کا محتاج نہیں بلکہ اس نے تو یہ سارا نظام بنایا ہی اس لئے ہے کہ ہم سنور جائیں۔ وہ فرماتا ہے کہ اگر تم سنورے نہیں اور اپنے اندر حیوانی خصلتوں کو پروان چڑھاتے رہے تو میں نے تمہارے سجدوں کو کیا کرنا ہے، تمہارے بھوکے رہنے کو کیا کرنا ہے۔ اگر روزہ رکھ کر بھی تم متقی نہیں بنے، خدا خوفی نہیں ہے اور انسانیت کے بہی خواہ نہیں بنے تو کیا حاصل ہوگا۔

آج سے اپنی سوچ میں تبدیلی لائیں۔ ہم سے انسانیت، پڑوسی، رشتہ داروں، دوستوں، ہم نشینوں اور پاس بیٹھنے والوں کو راحت، سکون، نفع اور بھلائی پہنچے، یہ ایمان ہے۔ اگر ہماری زندگی میں یہ عمل نہیں تو سمجھ لیں کہ حدیث کی رو سے ہم ایمان کی برکت اور فیض سے محروم ہیں۔

راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانے کا ذکر کرنا اور اُسے ایمان قرار دینا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ جب اتنی تکلیف نہ ہونے دینا بھی ایمان ہے تو بڑی تکلیف کا روا رکھنا اسلام کے نزدیک کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ پس انسانیت کی ہر قسم کی تکلیف کو مٹانا اور انہیں ہر قسم کی راحت فراہم کرنا ایمان ہے۔

۳۔ اخلاقی اقدار

اسی حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ایمان کی ایک اور علامت بھی بیان کی۔ فرمایا:

اَلْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَان.

شرم و حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

جس طرح راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا حضور ﷺ نے علامتی طور پر بیان فرمایا، اسی طرح حیاء و شرم کو بھی ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا اور یہ بھی ایک علامتی اظہار ہے۔ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا اخلاقی اور انسانی حقوق کا عمل تھا جبکہ حیاء کا تعلق آنکھ، دماغ، سوچ اور قلب کی اقدار کے ساتھ ہے۔ انسانی زندگی کا حسن اقدار (Values) کے ساتھ ہے۔ حیاء (Modesty)، عصمت و پاکیزگی (Chastity)، عاجزی و انکساری (Humbleness)، خشوع و خضوع، اخلاق (Morality)، تقویٰ، لالچی نہ ہونا (Greediness) یہ سب کچھ اقدار (Values) ہیں۔ حیاء ہوگا تو بڑے کا ادب و احترام اور چھوٹے پر شفقت کریں گے۔

معاشرے میں تین درجات (Levels) ہیں:

۱۔ پہلے اقدار (Values) ہیں کہ ہم ان انسانی

اخلاقی اقدار کو مانتے بھی ہیں یا نہیں؟

۲۔ اگر اخلاقی و انسانی اقدار کو مانیں تو اقدار پر زندگی کے طور طریقے قائم ہوتے ہیں۔ ان طور طریقوں کو (Nomes) کہتے ہیں۔

۳۔ وہ طور طریقے جب عام رواج پا جاتے ہیں اور ہماری زندگی کا چال چلن بن جاتے ہیں تو ان کو آداب (Etiquettes) کہتے ہیں۔

اسلامی اور مغربی معاشرہ میں فرق

ہر ایک سوسائٹی اور ہر ایک زندگی کے اپنے آداب ہیں۔ ہمارے آداب کی بنیاد اقدار (Values) پر ہے۔ یاد رکھ لیں کہ اسلام کی سوسائٹی اور مغربی (Western) سوسائٹی میں فرق ہے۔ یہ فرق نہ سمجھ آنے کی وجہ سے بہت بڑا فساد ہے اور کئی لوگ اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے قوموں اور سوسائٹی کو غلط راہ پر لے جاتے ہیں۔ اسلامی سوسائٹی Values Based سوسائٹی ہے۔ یعنی ہمارے معاشرے کی بنیاد اقدار پر ہے۔ ہمارے ہاں اقدار (Values) پہلے ہیں اور سوسائٹی ان کے اوپر قائم ہوتی ہے۔ جو سوسائٹی ان اقدار پر عمل کرے گی اچھی سوسائٹی ہوگی اور جو ان اقدار پر عمل نہیں کرتی وہ بری سوسائٹی ہوگی، ہمارا نظام معاشرت یہ ہے۔ مغرب کی سوسائٹی کا فلسفہ یہ ہے کہ ان کی سوسائٹی Values Based ہے ہی نہیں۔ ان کے ہاں Values Society Based ہیں یعنی معاشرہ نے جن کو اقدار کا نام دیا وہ اقدار ہیں۔

مثلاً عورتوں کا عورتوں سے اور مردوں کا مردوں سے شادی کرنا، یہ جوڑے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہتے ہیں۔ گویا Homosextual اور Gays سوسائٹی ہے۔ وہ پہلے اس عمل کو ناپسند کرتے تھے۔ یہ ان کی اقدار (Values) نہیں تھیں مگر اب اس کو پسند کرلیا، کئی مغربی حکومتوں نے پارلیمنٹ میں قانون پاس کردیا۔ لہٰذا اب یہ اس سوسائٹی کی اقدار (Values) بن گئیں اور انہوں نے اس کو Freedom (آزادی) کا نام دے دیا۔

وہ جو نام چاہیں دے دیں، ان کی اپنی زبان ہے۔ اپنے الفاظ اور تصورات ہیں، جو چاہیں نام دے دیں۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ نیز یہ کہ اس دنیا میں غلاموں کی کمی نہیں ہے جو ان کی اندھی تقلید کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی جب زبان چلتی ہے تو یہ غلام اسی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں تم بھی اسی راہ پر چلو جس راہ پر ہم چل رہے ہیں۔ لہٰذا نام نہاد مسلمان بھی انہی کی قائم کردہ اقدار کے مطابق اپنے عمل اور تصور کو آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ پھر اپنا قبلہ کعبہ کوئی نہ رہا بلکہ مغرب ہی قبلہ و کعبہ ہوگیا۔ اپنا تصورِ دین و ایمان نہ رہا بلکہ دین و ایمان بھی مغرب ہی قرار پایا۔

یاد رکھ لیں! یہ ترقی کی راہ نہیں ہے بلکہ ہمارے لئے ہلاکت کی راہ ہے۔ ان کی سوسائٹی کی بنیاد اور ہے۔ لوگوں کی پسند و ناپسند پر ان کی اقدار بدلتی رہتی ہیں۔ ان کے ہاں کوئی حلال و حرام نہیں ہے۔ ان کے ہاں کوئی حیا اور بے حیائی نہیں ہے۔ وہ کل کو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسان کو یہ بھی حق ہے کہ لباس نہ پہنے بلکہ ننگا چلے۔ آپ کہیں گے کیوں؟ وہ کہیں گے کہ ہماری مرضی یہ ہمارا نجی معاملہ (Private Matter) ہے۔ Freedom of Choice ہے، انتخاب کی آزادی ہے، کوئی اگر لباس نہیں پہننا چاہتا تو اس کی مرضی ہے۔ گویا یہ ان کا فلسفہ ہے کہ جیسے لوگوں کی مرضی ہو، اُسے وہ اختیار کرنے میں آزاد ہیں۔

ہمارا کوئی ہے!

ان کے ہاں اقدار کا کوئی ڈھانچہ نہیں کیونکہ انہیں کسی نے حلال اور حرام نہیں دیا، انہیں حیاء اور بے حیائی

بتانے والا کوئی نہیں۔ جو حلال و حرام کرنے والا تھا اس کو مانتے نہیں اور مادر پدر آزاد ہوگئے۔ ہمارے ہاں کوئی ہے جس نے حلال کو حلال اور حرام کو حرام کررکھا ہے۔۔۔ جس نے حیاء اور بے حیائی کا فرق مرتب کررکھا ہے۔۔۔ گناہ اور تقویٰ کا تعین کر دیا ہے۔۔۔ نیکی اور بدی کے تصورات دے رکھے ہیں۔۔۔ Good اور Evil نیکی و بدی کے معیار قائم کررکھے ہیں۔ الغرض ہمارے ہاں تقویٰ، خیر اور شر کے پیمانے ہیں۔ ہمارا کوئی ہے جس کو ہم مانتے ہیں۔ان کا کوئی نہیں۔ ہمارا ہے جس نے ہمیں جنت و دوزخ کا راستہ بتا رکھا ہے جبکہ ان کے ہاں بس یہی کچھ ان کی جنت ہے۔

ہم میں سے وہ جنہوں نے مرنے کے بعد دوزخ کا سودا قبول کرلیا ہے، وہ خوشی سے غلامی کو قبول کرلیں اور جنہوں نے مرنے کے بعد دوزخ کا سودا قبول نہیں کیا، ان کے لئے محمد مصطفی ﷺ کی غلامی میں ہی نجات ہے۔ ہمارے ہاں حقوق ہوں یا احکام، تمام اقدار (Values) پر قائم ہیں۔ انہی اقدار پر انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تصورات کا کلچر بنتا ہے۔ اُن سوسائٹیز میں یہ بنیادیں نہیں۔ ان میں اقدار (Values) کی حیثیت اسی طرح ہے جیسے ٹریفک قوانین ہیں۔آج ان کے ہاں Left Hand (بائیں ہاتھ) ڈرائیونگ ہے۔کل قانون پاس کردیں کہ دائیں ہاتھ (Right Hand) ڈرائیونگ ہوگی، تو یہ ان کا قانون ہوگا۔ یہی حال ان کی اقدار کا ہے۔ وہ حلال کو حرام کردیں، حرام کو حلال کردیں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان میں حلت و حرمت، حیاء اور بے حیائی کا کوئی تصور نہیں۔مگر ہم مسلمانوں کو تو حلال و حرام اور حیاء و بے حیائی کا ایک تصور دیا گیا ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اندھیر نگری نہ بنائیں بلکہ اپنی راہ پر قائم رہیں۔

حدیث مبارکہ میں علامتی طور پر حیاء کو بیان کرتے ہوئے جملہ اخلاقی اقدار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ گویا انسانی زندگی کی اقدار شرم و حیاء، تقویٰ، طہارت، آنکھ کا شرم، زبان کا شرم، حلت و حرمت، چغلی اور غیبت نہ کرنا، نیکی کرنا، بڑے کا ادب کرنا، چھوٹے سے شفقت کرنا بھی داخل ایمان ہے۔

مغرب میں ''آزادی'' کا تصور

مغرب میں تو والدین کا بھی بچوں کو ڈانٹنا اس کی آزادی پر پابندی کے مترادف اور جرم ہے۔ اس طرح کی Freedom اس معاشرہ میں ہے۔لعنت ہے ایسی فریڈم پر جہاں ماں باپ بچے کی اصلاح کے لئے بھی اس کو نہیں ڈانٹ سکتے۔ وہاں اگر بچہ سات سال کا ہوجائے تو ماں باپ اس کی الماری نہیں کھول سکتے، چیک نہیں کرسکتے کہ اس کی الماری میں کیا ہے؟ نشہ آور اشیاء، شراب افیون، ہیروئن وغیرہ تو نہیں رکھی۔ اگر وہ اس کی الماری کو کھول دیں تو بچے کا حق ہے کہ وہ پولیس کو بلالے کہ میری Privacy (نجی زندگی) میں مداخلت کی ہے۔ وہاں ماں باپ رو رہے ہیں کہ بچے ان کے کنٹرول میں نہیں ہیں۔اس کا نام ''آزادی'' ہے۔

ٹیچر سکولوں میں روز بچوں کو بتاتے ہیں کہ یہ تمہارے حقوق ہیں، اگر ماں باپ تمہیں ڈانٹیں تو پولیس کے نمبر پر فوری کال کرو۔ وہ ہر بچے کو پولیس کا نمبر یاد کرواتے ہیں۔کئی مثالیں وہاں موجود ہیں کہ گھروں میں ماں باپ نے ڈانٹا تو چار پانچ سال کے چھوٹے سے بچے نے چپکے سے کال کرکے پولیس کو بلالیا اور انہیں گرفتار کروادیا۔ وہ سوسائٹی کو اس سمت لے جانا چاہتے ہیں، اس لئے کہ ان کا ہے کوئی نہیں۔ وہ پوری سوسائٹی کو بے وارث بنانا چاہتے ہیں۔ اقدار، ادب و احترام، اطاعت جیسی کسی چیز پر وہ یقین نہیں رکھتے۔ ہر شے میں انہیں آزادی حاصل ہے اور پوری تباہی اور ہلاکت کا نام انہوں نے آزادی رکھ دیا ہے۔ اُن کے ہاں یہ Freedom of Culture ہے جبکہ ہمارے ہاں آزادیوں کی ایک حد ہے۔

اہل مغرب نے زندگی کے ہر شعبے میں

پابندیوں کے قوانین بنا رکھے ہیں۔ ٹریفک، ٹیکس، کاروبار، سکول کے یونیفارم اور اوقات کار میں پابندیاں ہیں۔ مگر جب اقدار اور شرم و حیاء کا معاملہ آتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیں پابندی نہیں بلکہ آزادی چاہئے۔ دنیا کے ہر معاملہ اور شے میں پابندی ہے، اگر پابندی نہیں ہے تو انسان کی روحانی اور اخلاقی اقدار میں پابندی نہیں۔ ہمارے ہاں اقدار کی پابندی ہے اور ان اقدار، تصورات اور نظریہ کی پابندی دین اور ایمان کا درجہ رکھتی ہے۔

اس بات کو اس مثال سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ کیا ہم آزادی کو بنیاد بنا کر A کو B اور C کو F اور L کو M اور W کو Z کہہ سکتے ہیں؟ اگر کہیں کہ ہم آزادی کے قائل ہیں لہذا ہماری مرضی، ہم M کو Z پڑھیں گے تو کیا وہ ہمیں یہ کرنے دیں گے؟ وہ ہمیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ ان کے پاس اس کی کوئی عقلی دلیل بھی نہیں ہے مگر اس کے باوجود وہ ہمیں یہاں ہماری مرضی کے مطابق تبدیلی نہیں کرنے دیں گے۔

ریاضی، فزکس، کیمسٹری اور دیگر کئی علوم کے بنیادی اصول و قوانین اور فارمولے ہیں، جن کو اگر ہم آزادی کو بنیاد بناتے ہوئے تبدیل کرنا چاہیں تو ان فارمولوں کو بنانے والے ایسا ہرگز نہیں کرنے دیں گے۔ حالانکہ ان کو تبدیل نہ کرنے کی کوئی عقلی دلیل بھی ان کے پاس نہیں ہے۔ وہ صرف یہ کہیں گے کہ جنہوں نے یہ زبان یا فارمولے بنائے ہیں، انہوں نے اسی طرح کہا ہے کہ اس کو A کہنا ہے، اس کو B کہنا ہے اس کو Z کہنا ہے۔ پس زبان بنانے والوں کا کہنا یوں ہے لہذا ہم بدل نہیں سکتے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جس نے زبان بنائی ہے اس کی بات کو بدل نہیں سکتے مگر افسوس کہ جس نے انسان بنایا ہے اس کی بات اور نظام کو بدل دیتے ہیں۔ زبان بنانے والے کے قوانین کا اتنا احترام اور انسان بنانے والے کا کوئی احترام نہیں۔ جب اقدار کی بات آئے تو کہا جائے کہ ہمیں آزادی چاہئے اور پھر اس مادر پدر آزادی کے نام پر حیاء، شرم، طہارت، تقویٰ کا جنازہ نکال دیا جائے۔

پس جس طرح بغیر سوچے سمجھے زبان اور فارمولے بنانے والے کی بات نہیں بدل سکتے۔ اسی طرح انسان بنانے والے کی بات کو بھی نہیں بدلا جاسکتا۔ اس نے جس کو حلال قرار دیا ہے وہی حلال ہے اور جس کو حرام قرار دیا ہے وہی حرام ہے۔ اس نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے اسے ہی کرنا ہے اور جس کام سے منع کیا ہے، اس سے رکنا ہے۔

الحیاء شعبة من الایمان کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ نے جن اقدار کی طرف اشارہ فرمایا ہے ہمیں ان میں کمزور نہیں پڑنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ اقدار بھی ایمان کے درجے میں ہیں۔ کچھ لوگ اس میں کمزور ہوجاتے ہیں نتیجتاً بے غیرتی اور بے حمیتی شروع کردیتے ہیں، جس سے ایمان میں کمزوری آجاتی ہے۔ اس لئے کہ غیرت، شرم و حیاء اور جملہ قدریں داخلِ ایمان ہیں۔ پس تین قسموں کی چیزوں کو حضور نبی اکرم ﷺ نے کل ایمان وعقیدہ قرار دے دیا۔ انہی سے کل زندگی عبارت ہے۔

۱۔ عقیدہ بھی ایمان ہے۔ اس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ تعلق قائم ہوگیا۔

۲۔ تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا۔ اس سے انسانوں کے ساتھ تعلق ہوگیا۔ گویا یہ حقوق العباد ہیں اور داخل ایمان ہیں۔

۳۔ حیاء، انسانی قدریں، سوچ، جن پر انسانی زندگی استوار ہوتی ہے یہ بھی ایمان ہے۔

اگر ایمان کے اس تصور کو کاملاً اپنالیا جائے تو پورا انسان خوبصورت بن جاتا ہے، انسانی سوسائٹی حسین ہوجاتی ہے اور مومن، مومنِ کامل بن جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایمان کے اس معنی کی معرفت عطا فرمائے اور ہمیں اپنی زندگیوں کو ایمان کے نور سے منور کرنے اور سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ ❀❀❀❀❀❀

آپ کے فقہی مسائل

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

سوال : آج کل موبائل فون میں قرآن مجید عام ہے اسے بے وضو چھونے اور پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ عوام الناس اسے بے وضو چھوتے اور پڑھتے ہیں؟

جواب: موبائل یا کمپیوٹر سکرین پر نظر آنے والی قرآنی آیات کو بلا وضو یا حالتِ جنابت میں چھونا جائز ہے۔ موبائل یا کمپیوٹر کی سکرین جو آیات نظر آتی ہیں، وہ ''سافٹ وئیر'' ہیں۔ یعنی وہ ایسے نقوش ہیں جنہیں چھوا نہیں جاسکتا۔ یہ نقوش بھی کمپیوٹر یا موبائل کے شیشے پر نہیں بنتے بلکہ ''ریم'' پر بنتے ہیں اور شیشے سے نظر آتے ہیں، لہٰذا اسے مصحفِ قرآنی کے ''غلافِ منفصل'' پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ غلافِ منفصل سے مراد ایسا غلاف ہے جو قرآنِ کریم کے ساتھ لگا ہوا نہ ہو بلکہ اس سے جدا ہو۔ ایسے غلاف میں موجود قرآنِ کریم کو بلا وضو چھونے کی فقہائے کرام نے اجازت دی ہے۔

مس المصحف لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف الا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لابما هو متصل به.

حیض ونفاس والی عورت، جنبی اور بے وضو کے لئے مصحف کو ایسے غلاف کے ساتھ چھونا جائز ہے جو اس سے الگ ہو، جیسے جزدان اور وہ جلد جو مصحف کے ساتھ لگی ہوئی نہ ہو۔ جو غلاف مصحف سے جڑا ہوا ہو، اس کے ساتھ چھونا جائز نہیں۔ (هنديه ۱: ۳۹)

سکرین پر نظر آنے والی آیات کی مثال ایسی ہی ہے کہ گویا قرآنی آیات کسی کاغذ پر لکھی ہوئی ہوں اور وہ کاغذ کسی شیشے کے بکس میں پیک ہو، پھر باہر سے اس شیشے کو چھوا جائے تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ غلافِ منفصل کی طرح یہ شیشہ اس جگہ سے جدا ہے جہاں آیات کے نقوش بن رہے ہیں۔ بالکل اسی طرح اگر صندوق کے اندر مصحف موجود ہو تو اس صندوق کو جنبی (جس پر غسل فرض ہو) شخص کے لیے اٹھانا اور چھونا جائز ہے۔ جیسا کہ امام شامی نے فرمایا ہے:

لَوْ كَانَ الْمُصْحَفُ فِيْ صُنْدُوْقٍ فَلَا بَاسَ لِلْجُنُبِ اَنْ يَحْمِلَهُ.

(ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ۱: ۲۹۳)

''اگر قرآنِ کریم کسی بکس کے اندر ہو تو جنبی کے لیے اس بکس کو چھونے پر کوئی گناہ نہیں ہے''۔

لہٰذا موبائل یا کمپیوٹر سکرین پر نظر آنے والی قرآنی آیات کو حالتِ جنابت میں یا بلا وضو چھونا اور پکڑنا جائز ہے۔ بے وضو شخص کے لیے اس سے تلاوت کرنا بھی جائز ہے، تاہم جنبی کے لیے قرآنِ کریم کی تلاوت ناجائز ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

سوال : کیا شریعت نے منافع کی کوئی حد مقرر کی ہے؟

جواب: اسلام کا نظریہ معیشت فطرت سے ہم آہنگ اور تمام معاشی مشکلات کا حل ہے، اس لئے کہ یہ

نظام نہ تجربات کا مرہون منت ہے اور نہ اقتصادی ماہرین کی ذہنی کاوش کا نتیجہ بلکہ یہ معاشی نظام پروردگار نے تجویز کیا اور پیغمبر اسلام ﷺ نے پیش کیا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰـكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ. (القصص، ۲۸:۷۷)

''اور تو اس (دولت) میں سے جو اللہ نے تجھے دے رکھی ہے آخرت کا گھر طلب کر، اور دنیا سے (بھی) اپنا حصہ نہ بھول اور تو (لوگوں سے ویسا ہی) احسان کر جیسا احسان اللہ نے تجھ سے فرمایا ہے اور ملک میں (ظلم، ارتکاز اور استحصال کی صورت میں) فساد انگیزی (کی راہیں) تلاش نہ کر، بیشک اللہ فساد بپا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا''۔

اسلام کے معاشی نظام کی یہ خاصیت ہے کہ وہ طبیعتوں میں بلندی، ذہنوں میں وسعت، اور دلوں میں خلقِ خدا سے محبت پیدا کرتا ہے، وہ دولت جمع کرنے، یا تعیّش کی زندگی اختیار کرنے کے بجائے ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حاضر بارگاہ ہوکر عرض گزار ہوا:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَعِّرْ فَقَالَ بَلْ اَدْعُو ثُمَّ جَائَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَعِّرْ فَقَالَ بَلِ اللّٰهُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ وَاِنِّى لَاَرْجُو اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَ لِاَحَدٍ عِنْدِى مَظْلَمَةٌ. (احمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۳۷، رقم: ۸۴۲۹)

''یا رسول اللہ ﷺ (اشیاء) نرخ مقرر فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ دعا کروں گا۔ پھر ایک شخص نے آکر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! بھاؤ مقرر فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی بھاؤ گھٹاتا اور بڑھاتا ہے اور میں یہ آرزو رکھتا ہوں کہ اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں کہ میں نے کسی پر بھی زیادتی نہ کی ہو۔''

(ابی داؤد، السنن، ۳:۲۷۲، رقم: ۳۴۵۱)

اسلام کا اقتصادی و معاشی نظام ایک مکمل نظامِ معیشت ہے جس میں دنیاوی منافع کو قرآنِ مجید نے 'فضل' اور 'خیر' کہا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے حلال طریقے سے رزق کے حصول کو اہم فریضہ قرار دیا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں اشیاء کو ذخیرہ کر کے مصنوعی قلت پیدا کرنے، اشیاء کے عیوب چھپا کر بیچنے، ملاوٹ کرنے، قسم کھا کر اشیاء فروخت کرنے، ناپ تول میں کمی کرنے اور ایسی ہی دیگر برائیوں سے باز رہنے کے نہ صرف احکام صادر فرمائے ہیں بلکہ ان پر سخت وعید بھی سنائی ہے۔

شرعِ متین میں متعارف کروائے گئے خرید وفرخت کے نظام میں منافع کی کوئی حد متعین نہیں کی کہ اتنا جائز ہے اور اس سے زائد ناجائز، تاہم شرع نے ناجائز اور ظالمانہ منافع خوری پر پابندی عائد کی ہے۔ اسلام نے حکومتِ وقت کو اختیار دیا ہے کہ منصفانہ منافع کا معیار مقرّر کر کے زائد منافع خوری کا خاتمہ کرے۔

لہٰذا ایک مسلمان کے لیے مارکیٹ کی عام اور متعارّف قیمت سے زیادہ وصول کرنا اور لوگوں کی مجبوری و لاعلمی سے فائدہ اُٹھانا جائز نہیں۔ ایسی ناجائز منافع خوری سے احتراز لازم ہے جس میں بازار کی عام اورمتعارف قیمت سے زیادہ قیمت وصول کی جائے۔

سوال: اگر ایک بیوہ کام کرنے والی خاتون ہے اور اس کا کمانے والا کوئی نہیں ہے، تو اس کی عدت کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ عدت کے دوران کام پر جاسکتی ہے؟

جواب: دورانِ عدت بیوہ اور مطلقہ کے لیے نکاح اور زیب و زینت کی ممانعت ہے، جبکہ شرعی پردے کے اہتمام کے ساتھ بوقتِ ضرورت وہ گھر سے باہر جاسکتی ہے۔ بوقتِ ضرورت گھر سے باہر نکلنے کی شرط صرف عدت والی خواتین کے لیے نہیں ہے، بلکہ بغیر ضرورت اور پردہ کے خواتین کا گھر سے نکلنا اسلام کی نگاہ میں ممنوع ہے چاہے وہ کنواری ہوں یا شادی شدہ، بیوہ ہوں یا مطلقہ۔

بامرِ مجبوری عدت والی خواتین ڈیوٹی پر جاسکتی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

طُلِّقَتْ خَالَتِی فَاَرَادَتْ اَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ اَنْ تَخْرُجَ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صلىٰ الله عليه وآله وسلم فَقَالَ: بَلىٰ، فَجُدِّی نَخْلَکِ فَاِنَّکِ عَسَی اَنْ تَصَدَّقِی اَوْ تَفْعَلِی مَعْرُوفًا.

''میری خالہ کو طلاق دے دی گئی تھی، انہوں نے اپنے باغ کی کھجوروں کو توڑنے کا ارادہ کیا، انہیں گھر سے باہر نکلنے پر ایک شخص نے ڈانٹا، وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس گئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں! تم اپنے باغ کی کھجوریں توڑ لاؤ، ہوسکتا ہے کہ تم اس میں سے صدقہ دو یا کوئی اور نیکی کرو۔'' (مسلم، الصحیح، ۲: ۱۱۲۱، رقم: ۱۴۸۳)

سوال: قرآن و سنت کی روشنی سے سورج گرہن اور چاند گرہن کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَان. (الرحمن، ۵۵:۵)

''سورج اور چاند (اسی کے) مقررّہ حساب سے چل رہے ہیں''۔

یعنی ان کی منزلیں رب تعالیٰ نے قائم فرما دیں وہ اپنے بروج یعنی محور میں گردش ہیں جس کے نتیجے میں رات، دن، مہینے اور سال بنتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج گرہن ہوا۔ آپ نے نماز کسوف پڑھائی، گرہن ختم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إن الشمس والقمر آيتان أيات الله لا ينخسفان لموت أحد ولا لحياته فاذا رأيتم ذلک فادعوا الله وكبروا وصلوا وتصدقوا ثم قال يا أمة محمد والله ما من أحد أغير من الله أن يزني عبده او تزني امته يا امة محمد و الله لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلاً ولبكيتم كثيرا.

(بخاری، الصحیح، ۱: ۳۵۴، الرقم: ۹۹۷)

''بے شک سورج، چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ نہ کسی کے مرنے سے یہ بے نور ہوتے ہیں اور نہ کسی کے زندہ ہونے سے۔ جب بھی یہ (گرہن) دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اور اسکی بڑائی بیان کرو، نماز پڑھا کرو اور صدقہ دو۔ پھر فرمایا! اے امت محمد ﷺ، اللہ کی قسم اللہ سے بڑا غیرت مند کوئی نہیں کہ اس کا غلام یا باندی زنا کرے، اے امت محمد! جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو، تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ''۔

گرہن کے دوران حاملہ عورت یا غیر حاملہ، کسی کو کچھ نہیں ہوتا، نہ بچے کو کچھ ہوتا ہے۔ یہ سب وہم ہے، وہم سے بچیں۔ رسول اللہ ﷺ گرہن کے وقت مسجد میں تشریف لے جاتے، نماز ادا فرماتے، گڑ گڑا کر دعا فرماتے۔ امت کے لئے بھی یہی ہدایت ہے کہ لوگ مسجد میں جائیں، بہتر ہے کہ با جماعت نماز کسوف ادا کریں، نہیں تو اکیلے ادا کریں، توبہ استغفار کریں۔ صدقہ وخیرات کریں، اللہ اکبر کی تکرار کریں، درود سلام پڑھیں، ذکر کریں، نوافل ادا کریں۔

☆ فقہائے کرام فرماتے ہیں: وإذا انكسفت الشمس صلى الا مام بالناس ركعتين كهياة النافلة.

''جب سورج گرہن ہو تو امام لوگوں کو دو رکعت نفل پڑھائے'' ويطول القراة فيهما ويخفى. (ان میں قرات لمبی اور آہستہ کرے) ويدعو بعدها حتى تنجلي الشمس. (نماز کے بعد دعا کرے یہاں تک کہ سورج نظر آنے لگے)...... ويصلي بهم الا مام الذى يصلي بهم الجمعة و ان لم يحضر صلى الناس فُرادىٰ. (لوگوں کو جمعہ پڑھانے والا امام نماز کسوف پڑھائے، اگر موجود نہ ہو تو لوگ الگ الگ نماز پڑھیں۔ وليس في خسوف القمر جماعة وليس فى الكسوف خطبة لانه لم ينقل. چاند گرہن میں جماعت منقول نہیں اور سورج گرہن میں خطبہ منقول نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حیات و سیرت پر ایک نظر

یوم وصال (۲۱ جمادی الثانی) کی مناسبت سے خصوصی تحریر

ڈاکٹر علی اکبر الازہری

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن تیم بن مرہ بن کعب ہے۔ مرہ بن کعب تک آپ کے سلسلہ نسب میں کل چھ واسطے ہیں۔ مرہ بن کعب پر جاکر آپؓ کا سلسلہ حضور نبی اکرم ﷺ کے نسب سے جاملتا ہے۔ آپؓ کی کنیت ابوبکر ہے۔ (المعجم الکبیر، نسبۃ ابی بکر الصدیق واسمہ، ۱:۱)

آپؓ کی کنیت ابوبکر ہونے کی درج ذیل وجوہات بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ عربی زبان میں ''البکر'' جوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ جس کے پاس اونٹوں کی کثرت ہوتی یا جو اونٹوں کی دیکھ بھال اور دیگر معاملات میں بہت ماہر ہوتا عرب لوگ اسے ''ابوبکر'' کہتے تھے۔ آپؓ کا قبیلہ بھی بہت بڑا اور مالدار تھا نیز اونٹوں کے تمام معاملات میں بھی آپ مہارت رکھتے تھے اس لئے آپ بھی ''ابوبکر'' کے نام سے مشہور ہوگئے۔

۲۔ عربی زبان میں ابو کا معنی ہے ''والا'' اور ''بکر'' کے معنی ''اولیت'' کے ہیں۔ پس ابوبکر کے معنی ''اولیت والا'' ہے۔ چونکہ آپؓ اسلام لانے، مال خرچ کرنے، جان لٹانے، الغرض امتِ محمدیہ ﷺ میں ہر معاملے میں اولیت رکھتے ہیں اس لئے آپؓ کو ابوبکر (یعنی اولیت والا) کہا گیا۔ (مراۃ المناجیح، مفتی احمد یار خان نعیمی، ۸:۳۴۷)

۳۔ سیرت حلبیہ میں ہے کہ ''کُنِیَ بِاَبِی بَکْرٍ لِاِبْتِکَارِہِ الْخِصَالِ الْحَمِیْدَۃِ'' ''آپؓ کی کنیت ابوبکر اس لئے ہے کہ آپ شروع ہی سے خصائل حمیدہ رکھتے تھے''۔

☆ آپؓ کے دو لقب زیادہ مشہور ہیں:

۱۔ عتیق ۲۔ صدیق

عتیق پہلا لقب ہے، اسلام میں سب سے پہلے آپ کو اسی لقب سے ہی ملقب کیا گیا۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا نام ''عبداللہ'' تھا، نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: ''اَنْتَ عَتِیْقٌ مِنَ النَّار تم جہنم سے آزاد ہو''۔ تب سے آپؓ کا نام عتیق ہوگیا۔ (صحیح ابن حبان، کتاب اخبارہ عن مناقب الصحابۃ، ج۹، ص۶)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن اپنے گھر میں تھی، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان صحن میں تشریف فرما تھے۔ اچانک میرے والد گرامی حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ تشریف لے آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی عَتِیْقٍ مِنَ النَّارِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِی بَکْر.

''جو دوزخ سے آزاد شخص کو دیکھنا چاہے، وہ ابوبکر کو دیکھ لے''۔ (المعجم الاوسط، من اسمہ الہیثم، الرقم:۹۳۸۴)

☆ آپؓ کے لقب ''صدیق'' کے حوالے سے

حضرت سیدہ حبشیہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

یَا اَبَابَکْرٍ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمَّاکَ الصِّدِّیْقَ.

''اے ابوبکر! بے شک اللہ رب العزت نے تمہارا نام ''صدیق'' رکھا''۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، حرف النون، ۸:۳۳۲)

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ نے دوسری صبح لوگوں کے سامنے اس مکمل واقعہ کو بیان فرمایا، مشرکین دوڑتے ہوئے حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے:

هَلْ لَکَ اِلَی صَاحِبِکَ یَزْعُمُ اَسْرٰی بِهِ اللَّیْلَةَ اِلَی بَیْتِ الْمَقْدَسِ؟

''کیا آپ اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں جو آپ کے دوست نے کہی ہے کہ انہوں نے راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کی''؟

آپؓ نے فرمایا: کیا آپ ﷺ نے واقعی یہ بیان فرمایا ہے؟

انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپؓ نے فرمایا:

لَئِنْ کَانَ قَالَ ذٰلِکَ لَقَدْ صَدَقَ.

''اگر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا ہے اور میں ان کی اس بات کی بلا جھجک تصدیق کرتا ہوں''۔

انہوں نے کہا: ''کیا آپ اس حیران کن بات کی بھی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ آج رات بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گئے؟''

آپؓ نے فرمایا:

نَعَمْ! اِنِّیْ لَاُصَدِّقُهُ فِیْمَا هُوَ اَبْعَدُ مِنْ ذٰلِکَ اُصَدِّقُهُ بِخَبَرِ السَّمَاءِ فِیْ غَدْوَةٍ اَوْ رَوْحَةٍ.

''جی ہاں! میں تو آپ ﷺ کی آسمانی خبروں کی بھی صبح و شام تصدیق کرتا ہوں اور یقیناً وہ تو اس بات سے بھی زیادہ حیران کن اور تعجب والی بات ہے''۔

(المستدرک علی الصحیحین، الرقم: ۴۵۱۵)

پس اس واقعہ کے بعد آپؓ صدیق مشہور ہوگئے۔

قبول اسلام

حضرت سیدنا ربیعہ بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا اسلام آسمانی وحی کی مانند تھا، وہ اس طرح کہ آپ ملک شام تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے، وہاں آپ نے ایک خواب دیکھا، جو ''بحیرا'' نامی راہب کو سنایا۔ اس نے آپ سے پوچھا:

''تم کہاں سے آئے ہو؟'' فرمایا: ''مکہ سے''۔

اس نے پھر پوچھا: ''کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟'' فرمایا: ''قریش سے''۔ پوچھا: ''کیا کرتے ہو؟'' فرمایا: تاجر ہوں۔ وہ راہب کہنے لگا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے خواب کو سچا فرما دیا تو وہ تمہاری قوم میں ہی ایک نبی مبعوث فرمائے گا، اس کی حیات میں تم اس کے وزیر ہوگے اور وصال کے بعد اس کے جانشین۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے اس واقعے کو پوشیدہ رکھا، کسی کو نہ بتایا اور جب سرکار ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ ﷺ نے یہی واقعہ بطور دلیل آپؓ کے سامنے پیش کیا۔ یہ سنتے ہی آپؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو گلے لگالیا اور پیشانی چومتے ہوئے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں''۔

(الریاض النضرۃ، ابوجعفر طبری، ۱:۸۳)

والدین کریمین

☆ آپؓ کے والد محترم کا نام عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر قرشی تیمی ہے۔ کنیت ابوقحافہ ہے۔ آپ فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور آپ ﷺ کی بیعت کی۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے اور ان کے وارث ہوئے۔ آپ ﷺ نے خلافت فاروقی میں وفات پائی۔

(تہذیب الاسماء واللغات، امام نووی، ۱:۲۹۶)

☆ آپؓ کی والدہ محترمہ کا نام سلمٰی بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ہے۔ کنیت ''ام الخیر'' ہے۔ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد کے چچا کی بیٹی ہیں۔ ابتدائے اسلام میں ہی آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرکے مشرف بہ اسلام ہوگئیں تھیں۔ مدینہ منورہ میں جمادی الثانی ۱۳ہجری میں وفات پائی۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۸:۳۸۶)

ازواج اور اولاد

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ازواج (بیویوں) کی تعداد چار ہے۔ آپ نے دو نکاح مکہ مکرمہ میں کئے اور دو مدینہ منورہ میں۔ ان ازواج سے آپ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا پہلا نکاح قریش کے مشہور شخص عبدالعزی کی بیٹی ام قتیلہ سے ہوا۔ اس سے آپؓ کے ایک بڑے بیٹے حضرت سیدنا عبداللہؓ اور ایک بیٹی حضرت سیدہ اسماءؓ پیدا ہوئیں۔

۲۔ آپؓ کا دوسرا نکاح ام رومان (زینب) بنت عامر بن عویمر سے ہوا۔ ان سے ایک بیٹے حضرت سیدنا عبدالرحمٰنؓ اور ایک بیٹی ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ پیدا ہوئیں۔

۳۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے تیسرا نکاح حبیبہ بنت خارجہ بن زید سے کیا۔ ان سے آپؓ کی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت سیدہ ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔

۴۔ آپؓ نے چوتھا نکاح سیدہ اسماء بنت عمیس سے کیا۔ یہ حضرت سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ کی زوجہ تھیں، جنگ موتہ کے دوران شام میں حضرت سیدنا جعفرؓ کے بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے ان سے نکاح کرلیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ان سے آپؓ کے بیٹے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے آپ سے نکاح کرلیا۔ اس طرح آپ کے بیٹے محمد بن ابی بکر کی پرورش حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمائی۔

(الریاض النضرۃ، امام ابوجعفر طبری، ۱:۲۶۶)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے گھرانے کو ایک ایسا شرف حاصل ہے جو اس گھرانے کے علاوہ کسی اور مسلمان گھرانے کو حاصل نہیں ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ خود بھی صحابی، ان کے والد حضرت ابو قحافہؓ بھی صحابی، آپ کے تینوں بیٹے (حضرت عبداللہؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت محمد بن ابی بکرؓ) بھی صحابی، آپؓ کے پوتے بھی صحابی، آپکی بیٹیاں (حضرت سیدہ عائشہؓ، حضرت سیدہ اسماءؓ اور حضرت سیدہ ام کلثومؓ بنت ابی بکر) بھی صحابیات اور آپ کے نواسے بھی صحابی ہوئے۔

حضرت سیدنا موسیٰ بن عقبہؓ سے روایت ہے کہ ہم صرف چار ایسے افراد کو جانتے ہیں جو خود بھی مشرف بہ اسلام ہوئے اور شرف صحابیت پایا اور ان کے بیٹوں نے بھی اسلام قبول کرکے شرف صحابیت حاصل کیا۔ ان چاروں کے نام یہ ہیں:

۱۔ ابوقحافہ عثمان بن عمرؓ ۲۔ ابوبکر عبداللہ بن عثمانؓ
۳۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ۴۔ محمد بن عبدالرحمٰنؓ

(المعجم الکبیر، نسبۃ ابی بکر الصدیق واسمہ، الرقم:۱۱)

اہل بیت سے رشتہ داری

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے لے کر اپنی وفات تک کبھی بھی اہل بیت کی خدمت میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ آپؓ کی اہل بیت سے یہ

خصوصی محبت آپؓ کی اولاد میں بھی منتقل ہوتی رہی اور آپؓ نے اہل بیت سے ایک مضبوط رشتہ داری قائم فرمائی۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے اپنی لاڈلی شہزادی حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا نکاح ۸ بعثت نبوی، شوال المکرّم میں اپنے محبوب آقا ﷺ سے کیا۔

۲۔ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ بنت حارثؓ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی زوجہ محترمہ حضرت سیدہ اسماء بنت عمیسؓ یہ دونوں والدہ کی طرف سے بہنیں تھیں۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام ''ہند بنت عوف'' ہے اور انہیں ''خولہ بنت عوف'' بھی کہا جاتا ہے۔ یوں اس مبارک رشتے سے آپ ﷺ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ ہم زلف ہوئے۔ (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ۸:۱۰۴)

۳۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے نواسے (یعنی حضرت اسماء بنت ابی بکر کے بیٹے) حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ رسول اللہ ﷺ کے بھتیجے بھی ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کی پھوپھی اور حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کی دادی (یعنی حضرت سیدنا زبیر بن عوام کی والدہ) حضرت سیدہ صفیہؓ ہیں۔

۴۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے نواسے حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر، حضرت سیدنا امام حسنؓ کے داماد بھی ہیں۔ حضرت سیدنا امام حسنؓ کی بیٹی حضرت سیدہ ام الحسنؓ آپؓ کی زوجہ ہیں۔

۵۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے ایک بیٹے حضرت سیدنا محمد بن ابوبکرؓ ہیں جن کی والدہ حضرت سیدہ اسماء بنت عمیسؓ ہیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے وصال کے بعد ان سے امیرالمومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے نکاح فرمایا۔ چنانچہ اس لحاظ سے حضرت سیدنا محمد بن ابوبکرؓ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کے سوتیلے بیٹے ہوئے اور حضرت سیدنا امام حسن و حسینؓ آپ کے علاتی بھائی (یعنی باپ شریک بھائی) ہوئے۔

۶۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کے صاحبزادے حضرت سیدنا امام حسینؓ کی زوجہ محترم حضرت سیدہ شہر بانوؓ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے حضرت سیدنا محمد بن ابوبکرؓ کی زوجہ دونوں آپس میں سگی بہنیں تھیں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کے دور خلافت میں حضرت سیدنا حریث بن جابر جعفیؓ نے شاہ ایران یزد جرد بن شہر یار کی دو بیٹیاں آپؓ کی خدمت میں بھیجیں تو آپؓ نے ان میں سے بڑی بیٹی حضرت سیدہ شہر بانوؓ کا نکاح اپنے بیٹے حضرت سیدنا امام حسینؓ سے فرمادیا اور چھوٹی بیٹی کا نکاح حضرت سیدنا محمد بن ابوبکرؓ سے فرمادیا۔

(لباب الانساب والالقاب والاعقاب، ظہیرالدین ابوالحسن علی بن زید البیہقی، (۵۶۵ھ)، ۱:۲۲)

۷۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادقؓ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی حضرت سیدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ ہے۔ جبکہ آپؓ کے والد گرامی کا اسم مبارک حضرت سیدنا امام محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی المرتضیٰؓ ہے۔ یوں آپؓ والدہ کی طرف سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور والد کی طرف سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ سے جاملتے ہیں۔ (شرح العقائد: ۳۲۸)

۸۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی پوتی حضرت سیدہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، حضرت سیدنا امام حسینؓ کی زوجہ ہیں۔ یوں حضرت سیدنا امام حسینؓ اس حوالے سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے داماد محترم ہوئے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، ۸:۳۴۲)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اوصاف حمیدہ

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ اپنے گرد پھیلی ہوئی گمراہیوں، غلط رسوم و رواج، اخلاقی و معاشرتی برائیوں سے پاک صاف ہونے کے

ساتھ ساتھ اوصاف حمیدہ سے بھی متصف تھے۔ آپ کے اعلیٰ محاسن و کمالات اور خوبیوں کی بنا پر مکہ مکرمہ اور اس کے قرب و جوار میں آپؓ کو محبت و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ حضرت سیدنا سلیمان بن یسارؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اچھی خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں اور اللہ جب کسی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی ذات میں ایک خصلت پیدا فرما دیتا ہے اور اسی کے سبب اسے جنت میں بھی داخل فرما دیتا ہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میرے اندر بھی ان میں سے کوئی خصلت موجود ہے؟ ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! تمہارے اندر تو یہ ساری خصلتیں موجود ہیں۔

عاجزی و انکساری

حضرت سیدہ انیسہؓ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بننے کے تین سال پہلے اور خلیفہ بننے کے ایک سال بعد بھی ہمارے پڑوس میں رہے۔ محلے کی بچیاں آپؓ کے پاس اپنی بکریاں لے کر آتیں، آپ ان کی دلجوئی کے لئے دودھ دوھ دیا کرتے تھے۔ جب آپؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو محلے کی ایک بچی آپؓ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اب تو آپ خلیفہ بن گئے ہیں، آپ ہمیں دودھ دوھ کر نہیں دیں گے۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! اب بھی میں تمہیں دودھ دوھ کر دیا کروں گا اور مجھے اللہ کے کرم سے یقین ہے کہ تمہارے ساتھ میرے رویے میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ چنانچہ خلیفہ بننے کے بعد بھی آپؓ ان بچیوں کو دودھ دوھ کر دیا کرتے تھے۔

(تہذیب الاسماء واللغات، امام نووی، ۲:۴۸۰)

☆ حضرت سیدنا یحییٰ بن سعیدؒ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے ملک شام کی طرف چند لشکر بھیجے۔ ان میں حضرت سیدنا یزید بن ابوسفیانؓ کا لشکر بھی تھا۔ انہیں ملک شام کے چوتھائی حصے کا امیر مقرر کیا گیا تھا۔ ان کی روانگی کے وقت حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ انہیں چھوڑنے کے لئے ان کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے اور یہ گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت سیدنا یزید بن ابوسفیانؓ نے عرض کیا:

’’اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! یا تو آپؓ سوار ہو جائیں یا میں اپنے گھوڑے سے اتر جاتا ہوں‘‘۔

آپؓ نے ارشاد فرمایا:

مَا اَنْتَ بِنَازِلٍ وَلَا اَنَا بِرَاكِبٍ اِنِّی اَحْتَسِبُ خُطَایَ هٰذِهٖ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ.

’’نہ تو تم اپنے گھوڑے سے اترو گے اور نہ ہی میں سوار ہوں گا بلکہ میں تو اپنے ان قدموں کو راہ خدا میں شمار کرتا ہوں‘‘۔ (موطا امام مالک، کتاب الجهاد، الرقم:۱۰۰۴)

☆ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ رات کے وقت مدینہ منورہ کے کسی محلے میں رہنے والی ایک نابینا بوڑھی عورت کے گھریلو کام کاج کر دیا کرتے تھے۔ آپؓ اس کے لئے پانی بھر لاتے اور اس کے تمام کام سرانجام دیتے۔ حسب معمول ایک مرتبہ بڑھیا کے گھر آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ سارے کام ان سے پہلے ہی کوئی کر گیا تھا۔ بہر حال دوسرے دن تھوڑا جلدی آئے تو بھی وہی صورت حال تھی کہ سب کام پہلے ہی ہو چکے تھے۔ جب دو تین دن ایسا ہوا تو آپ کو بہت تشویش ہوئی کہ ایسا کون ہے جو مجھ سے نیکیوں میں سبقت لے جاتا ہے؟ ایک روز آپ دن میں ہی آ کر کہیں چھپ گئے، جب رات ہوئی تو دیکھا کہ خلیفہ وقت امیرالمومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے اور اس نابینا بڑھیا کے سارے کام کر دیئے۔ آپؓ بڑے حیران ہوئے کہ خلیفہ وقت ہونے کے باوجود آپ اس بوڑھی خاتون کے تمام امور خوش دلی سے انجام دے رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا: حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ مجھ سے نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں۔

(کنزالعمال، کتاب الفضائل، الرقم:۳۵۶۰۲)

اہل بیت پر شفقت

حضرت سیدنا عقبہ بن حارثؓ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نماز عصر پڑھ کر باہر نکلے اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپؓ حضرت سیدنا حسنؓ کے پاس سے گزرے جو اس وقت بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپؓ نے نہایت ہی شفقت سے انہیں اٹھا کر اپنی گردن پر بٹھالیا اور فرمایا: مجھے میرے والد کی قسم! تو میرے محبوب ﷺ سے مشابہ ہے، اپنے والد حضرت علی المرتضیٰؓ سے مشابہ نہیں۔ یہ سن کر حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ مسکرانے لگ گئے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، الرقم:۳۵۴۲)

☆ حضرت سیدنا عبدالرحمٰن اصبہانیؒ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا حسن بن علی المرتضیٰؓ جب چھوٹے سے تھے تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے، آپ اس وقت آپ ﷺ کے منبر پر رونق افروز تھے۔ حضرت سیدنا حسنؓ نے چونکہ ہمیشہ منبر پر اپنے نانا جان ﷺ ہی کو بیٹھے دیکھا تھا اس لئے ایک نئے شخص کو دیکھ کر اپنی ننھی سوچ کے مطابق کہنے لگے: آپ میرے بابا جان کی جگہ سے نیچے اترو۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ شہزادہ اہل بیت کی دل شکنی ہو، لہذا آپؓ فوراً نیچے تشریف لے آئے اور فرمایا: اے حسنؓ! تو نے سچ کہا یہ تیرے بابا جان ہی کی جگہ ہے۔ پھر آپؓ نے حضرت سیدنا حسنؓ کو فرط محبت سے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیا۔ اس موقع پر انہیں آپ ﷺ کے ساتھ بیتے ہوئے وہ انمول ایام یاد آگئے، ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور آپؓ زاروقطار رو پڑے۔

(کنزالعمال، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ، الرقم:۱۴۰۸۱)

غیرتِ ایمانی

عام حالات میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نہایت ہی نرم مزاج تھے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ سختی، خفگی اور غصے سے تو آشنا ہی نہیں ہیں۔ دھیمے انداز میں آہستہ آہستہ بات کرتے مگر اسلام کے معاملے میں انتہائی غیرت منداور بہت سخت تھے۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں اور منافقوں کی طنزیہ باتوں پر تو آپؓ شدید غصے میں آتے ہی تھے مگر اگر کبھی اپنے قریبی رشتہ داروں کی طرف سے بھی انہیں آقا ﷺ کی بارگاہ میں بے ادبی کا ہلکا سا بھی شائبہ ہوتا تو اس پر سخت ردعمل کا اظہار فرماتے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے والد ابوقحافہ نے (قبول اسلام سے پہلے) ایک بار آپ ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کہہ دیئے تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے انہیں اتنے زور سے دھکا دیا کہ وہ دور جاگرے۔ بعد میں آپؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو سارا ماجرا سنایا تو آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر! کیا واقعی تم نے ایسا کیا؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں ان کا سرقلم کردیتا۔ اس وقت سورۃ المجادلہ کی آیت نمبر۲۲ آپ کے حق میں نازل ہوئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (المجادلة: ٢٢)

''آپ اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے جو اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ اُن کے باپ (اور دادا) ہوں یا بیٹے (اور پوتے) ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اُس (اللہ) نے ایمان

ثبت فرما دیا ہے اور انہیں اپنی روح (یعنی فیضِ خاص) سے تقویت بخشی ہے، اور انہیں (ایسی) جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ اُن سے راضی ہوگیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بے شک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے"۔ (تفسیر روح المعانی، تفسیر سورۃ المجادلۃ)

☆ غزوہ بدر میں آپؓ کے بیٹے سیدنا عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ اسلام قبول کرنے سے پہلے مشرکین کے ساتھ اسلام کے خلاف جنگیں لڑتے تھے۔ جب وہ اسلام لے آئے تو ایک روز حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ سے کہنے لگے: ابا جان! میدان بدر میں ایک موقع پر آپ میری تلوار کی زد میں آئے لیکن میں نے آپ کو باپ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ یہ سن کر حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے غیرت ایمانی سے بھرپور جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لٰكِنَّكَ لَوْ اَهْدَفْتَ لِيْ لَمْ اَنْصَرِفْ عَنْكَ.

"لیکن اگر تو میرا ہدف بنتا تو میں تجھ سے اعراض نہ کرتا"۔

یعنی اے بیٹے! اس دن تم نے تو مجھے اس لئے چھوڑ دیا کہ میں تمہارا باپ ہوں لیکن اگر تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو میں کبھی نہ دیکھتا کہ تم میرے بیٹے ہو بلکہ اس وقت تمہیں دشمن رسول سمجھ کر تمہاری گردن اڑا دیتا۔

(نوادر الاصول، امام ترمذی، الرقم: ۱۰۷، ۱: ۴۹۶)

☆ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا ہر معاملہ آقا ﷺ کی محبت کی خاطر ہوتا تھا اور آپؓ اس معاملے میں اپنے والدین اور اولاد وغیرہ کا بھی لحاظ نہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپؓ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؓ کو اپنی بیٹی حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی بلند آواز سنائی دی۔ آپؓ یہ کہتے ہوئے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھے:

اَلَا اَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

"یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز بلند کر رہی ہو"۔

یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو تھپڑ مارنے سے روکا۔ آپؓ اسی طرح غصے کی حالت میں واپس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے فوراً سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا:

كَيْفَ رَاَيْتِنِيْ اَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ.

"دیکھا! میں نے تمہیں ان سے کس طرح بچایا"۔

چند دنوں کے بعد سیدنا صدیق اکبرؓ کاشانہ نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو باہم راضی اور خوش دیکھا تو بارگاہ رسالت میں یوں عرض گزار ہوئے:

اَدْخِلَانِيْ فِيْ سِلْمِكُمَا كَمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ فِيْ حَرْبِكُمَا.

"یارسول اللہ ﷺ! جس طرح آپ نے مجھے اپنی ناراضگی میں شریک کیا تھا، اسی طرح مجھے اپنی صلح (خوشی) میں بھی شریک فرمالیجئے"۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا "ہم نے آپ کو شریک کرلیا، شریک کرلیا"۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی المزاح، الرقم: ۴۹۹۹)

بطورِ امیرالمومنین ذریعہ معاش

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ بیعت خلافت کے دوسرے روز کچھ چادریں لے کر بازار جارہے تھے، حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے دریافت کیا کہ آپؓ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ فرمایا: بغرض تجارت بازار جارہا ہوں۔ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے عرض کیا: اب آپؓ یہ کام چھوڑ دیجئے، اب آپ لوگوں کے خلیفہ (امیر) ہوگئے ہیں۔ یہ سن کر آپؓ نے فرمایا: اگر میں یہ کام چھوڑ دوں تو پھر میرے اہل و عیال کہاں سے کھائیں گے؟ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے عرض کیا: آپؓ واپس چلئے، اب آپؓ کے یہ اخراجات حضرت سیدنا ابوعبیدہؓ طے کریں گے۔ پھر یہ دونوں حضرات حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن جراحؓ کے پاس

تشریف لائے اور ان سے حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا: آپ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور ان کے اہل و عیال کے واسطے ایک اوسط درجے کے مہاجر کی خوراک کا اندازہ کرکے روزانہ کی خوراک اور موسم گرما و سرما کا لباس مقرر کیجئے لیکن اس طرح کہ جب پھٹ جائے تو واپس لے کر اس کے عوض نیا دے دیا جائے۔ چنانچہ آپؓ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کے لئے آدھی بکری کا گوشت، لباس اور روٹی مقرر کردی۔ (تاریخ الخلفاء، امام سیوطی، ص۵۹)

☆ امام عالی مقام سیدنا امام حسن مجتبیٰؑ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی وفات کے وقت ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا: دیکھو! یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے ہیں اور یہ بڑا پیالہ جس میں کھاتے پیتے ہیں اور یہ چادر جو میں اوڑھے ہوئے ہوں یہ سب بیت المال سے لیا گیا ہے۔ ہم ان سے اسی وقت تک نفع اٹھاسکتے ہیں جب تک میں مسلمانوں کے امور خلافت انجام دیتا رہوں گا۔ جس وقت میں وفات پاجاؤں تو یہ تمام سامان حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کو دے دینا۔ چنانچہ جب آپؓ کا انتقال ہوگیا تو ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے یہ تمام چیزیں حسب وصیت واپس کردیں۔ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے چیزیں واپس پاکر فرمایا:

''اے ابوبکر! اللہ آپ پر رحم فرمائے کہ آپ نے تو اپنے بعد میں آنے والوں کو تھکا دیا ہے''۔

(تاریخ الخلفاء، امام سیوطی، ص۶۰)

حضرت ابوبکرصدیقؓ کو اللہ تعالیٰ اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں خصوصی اہمیت وفضیلت حاصل تھی۔ قرآن مجید کی تقریباً 32 آیات آپ کے متعلق ہیں جن سے آپ کی شان کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے آپؓ کے بارے میں فرمایا کہ مجھ پر جس کسی کا احسان تھا میں نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے مگر ابوبکر کے مجھ پر وہ احسانات ہیں جن کا بدلہ اللہ تعالیٰ روز قیامت انہیں عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سیرتِ سیدنا صدیقِ اکبرؓ سے اکتسابِ فیض کرتے ہوئے اپنے اقوال، اعمال اور احوال بدلنے کی توفیق عطا فرمائے اور محبتِ رسول ﷺ کی خیرات سے ہمارے قلوب و ارواح کو منور فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ۔

انا اللہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ 10 جنوری 2016ء محترم محمد یاسر یاسین (مرکزی ڈیزائنر منہاج القرآن پبلی کیشنز) نہایت ہی مختصر علالت کے بعد قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم گذشتہ تقریباً3 سال سے نہایت لگن اور مستعدی سے منہاج القرآن پبلی کیشنز میں بطور ڈیزائنر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ مرحوم کا تعلق دھیرکوٹ (باغ۔ آزاد کشمیر) سے تھا۔ ان کی اچانک موت ایک نہایت عظیم صدمہ ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور جملہ مرکزی قائدین اور سٹاف ممبران نے مرحوم کی بخشش و مغفرت کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے۔ ہم لواحقین کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

قدرتی آفات کا نزول

ہماری بداعمالیوں کے سبب اظہارِ ناراضگیٔ الٰہی

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

ہم وقتاً فوقتاً قدرتی آفات زلزلہ، سیلاب، طوفان اور وبائی امراض وغیرہ کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ ان تمام پر سائنس اپنا ایک خاص نقطہ نظر رکھتی ہے۔ یقیناً وہ سائنسی علم اپنے معیار اور کسوٹی کے مطابق اپنے نقطہ نظر کو درست سمجھتا ہے۔ ان قدرتی آفات کے وقوع کا ایک اسلامی نقطہ نظر بھی ہے کہ یہ کیوں وقوع پذیر ہوتے ہیں اور ان کے وقوع پذیر ہونے کے بعد ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ایک مسلمان کی حیثیت سے کیا اس کے صرف سائنسی پہلو پر نظر رکھنی چاہئے یا اس کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال کی اصلاح اور رب کی طرف رغبت کا مزید اظہار بھی کرنا چاہئے۔ زیر نظر مضمون میں ان تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ قدرتی آفات زلزلہ، سیلاب وغیرہ کا وقوع پذیر ہونا اللہ رب العزت کی طرف سے بندوں کے اعمال پر اظہار ناراضگی ہے۔ قرآن مجید اللہ رب العزت کے اظہار ناراضگی و خفگی اور قہر و جلال کو ''سَخَطٌ''، ''غَضَبٌ''، ''غَیظٌ''، ''لَعْنَةٌ'' سے تعبیر کرتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کا اظہارِ جلال اور اس کی شانِ قہاریت عذابِ اصغر، عذابِ دنیوی، عذابِ ہلاکت اور عذابِ اخروی کی صورت میں بیان کی گئی ہے۔ گویا قرآن مجید میں باری تعالیٰ کی ناراضگی و خفگی اور جلال کی مختلف صورتوں کا ذکر ہے اور بلاشبہ جہنم اس کے اظہارِ غضب، اظہارِ جلال، اظہارِ غیظ اور اظہارِ قہاریت کا مقام و نام ہے لیکن اس رب کی ناراضگی کا نتیجہ فقط آخرت اور جہنم تک محدود نہیں بلکہ دنیوی زندگی بھی اس کے غضب سے آزاد نہیں ہے۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں کا رب ہے۔ دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء ہے۔ انسان کی اُخروی نجات اس کے دنیوی عمل پر منحصر ہے۔ قیامت میں تو اس کا غضب، عذاب کی صورت میں ظاہر ہوگا مگر وہ دنیوی زندگی میں بھی لوگوں کو اپنے غیظ و غضب کے ذریعے نیک اعمال کی طرف متوجہ اور برائیوں کے انجام سے متنبہ کرتا رہتا ہے تاکہ لوگ رجوع الی اللہ کی اپنی اصل منزل کو بھول نہ جائیں۔ وہ دنیا میں آکر دنیا کے نہ ہوجائیں بلکہ اپنے کریم رب کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں!

وہ رب انسان کو اپنی معرفت و قربت اور اپنی عبادت و بندگی کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ندا دیتا رہتا ہے۔ جس طرح انسان کا کوئی محسن اسے تباہی سے بچانے کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے۔ اسی طرح بلاتشبیہ و بلامثال وہ رب جب اپنے بندوں کو نافرمانیوں و سرکشیوں کی صورت میں ہلاکت کے گڑھوں کی طرف بڑھتے اور عبادت و معرفت سے دور ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ

انہیں کبھی پیار سے اور کبھی زجرو توبیخ کے ذریعے اپنی جانب متوجہ کرتا ہے۔ کبھی وہ بندے پر رحمت نچھاور کرتا ہے اور کبھی غیظ وغضب نازل کرتا ہے۔ وہ پیار ومحبت کے انداز میں بندے کو یوں احساس دلاتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ.

’’اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے ربِ کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا‘‘۔ (الانفطار:٦)

اللہ رب العزت جب انسانوں کی نافرمانیوں اور سرکشیوں پر نظر کرتا ہے۔۔۔ جب وہ لوگوں میں دنیا طلبی کو زیادہ اور خدا طلبی کو کم دیکھتا ہے۔۔۔ جب انسان زندگی کے ہر شعبے میں ظلم و بغاوت کو اختیار کرلیتا ہے۔۔۔ جب انسانیت ہی ظالم انسانوں کا اللہ کی بارگاہ میں شکوہ کرتی نظر آتی ہے۔۔۔ جب انسان اللہ کے حرام کو خود ہی حلال کرنے لگتا ہے۔۔۔ جب اپنے ظلم کو عدل اور اپنے گناہ کو نیکی سمجھنے لگتا ہے۔۔۔ جب اپنی نافرمانی اور سرکشی کو اپنی دینداری و خوبی جاننے لگتا ہے۔۔۔ جب اپنی بدکرداری کو اپنی برتری تصور کرنے لگتا ہے۔۔۔ جب معاشرے کے کمزوروں کا خون چوسنا اور کمزور و ضعیف لوگوں کے مال کو ہڑپ کرنا اپنا صوابدیدی اختیار اور فرض منصبی جاننے لگتا ہے۔۔۔ جب ایمان کی قدریں کمزور اور شر کی اقدار فروغ پانے لگتی ہیں۔۔۔ جب نیکی کے بجائے گناہ اور اطاعت کے بجائے معصیت اپنے سائے دراز کرنے لگتی ہے۔۔۔ اور جب عبادت و بندگی کو عار سمجھا جانے لگتا ہے تو اللہ کا غضب قدرتی آفات زلزلہ، سیلاب، وبائی امراض وغیرہ کی صورت میں زمین پر نازل ہوتا ہے۔

آج کل ہم آئے روز زلزلوں کا سامنا کررہے ہیں۔ یہ بھی ہمارے نامہ اعمال اور گناہوں کے باعث غضب الٰہی ہے کہ زمین ہمارے گناہوں کی وجہ سے تھرتھراتی و کانپتی ہے اور اس میں بے پناہ ارتعاش ظاہر ہوتا ہے۔ یہ غضب جہنم کے غضب سے کم درجے کا ہوتا ہے۔ اس غضب کا مقصد بندے کے عمل کی اصلاح اور اسے اللہ کی بندگی کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے۔

امت مسلمہ عذاب اکبر سے محفوظ ہے

یہ بات ذہن نشین رہے کہ دنیوی زندگی میں ہم پر نازل ہونے والے یہ عذاب ’’غضب‘‘ کے معنی میں ہیں۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ نے امت مسلمہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت و بعثت کے وسیلہ و صدقہ سے عذابِ ہلاکت سے محفوظ کرلیا ہے۔ وہ عذاب جو پہلی اقوام وامم پر نافرمانی کے باعث آتے تھے کہ ان کو صفحہ ہستی سے مٹادیا جاتا تھا۔ ان کے لئے اللہ کا عذاب دائمی موت کا پیغام لے کر آتا تھا۔ باری تعالیٰ نے چونکہ رسول اللہ ﷺ کو وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کا تاج پہنایا اور سارے جہانوں کے لئے رحمت بناتے ہوئے آپ کو رحمۃ للعالمین کے عظیم منصب پر فائز کیا۔ لہٰذا اب اس رحمت للعالمینی کی شان کے ساتھ بعثت کا تقاضا تھا کہ اب اللہ کا عذاب اس طرح انسانوں پر نہ آئے جس طرح سابقہ اقوام وملل پر آتے رہے۔ اس لئے کہ رحمت اور عذاب دو متضاد چیزیں ہیں۔ وہ عذاب اکبر جو دوسری قوموں اور امتوں کو دنیوی زندگی میں اللہ کی نافرمانی پر تباہ کردیتا تھا اور ان کا وجود مٹادیتا تھا، باری تعالیٰ نے اس عذاب کو آپ ﷺ کی شانِ رحمت کے باعث اٹھالیا ہے۔ اب عذاب اصغر ’’غیظ وغضب‘‘ اور ’’سخط‘‘ کی صورت میں ظاہر ہوتا رہے گا تاکہ بندے رب کی بندگی کی طرف متوجہ ہوجائیں اور اس کے احکام کو اپنی زندگی کا عمل بنائیں۔

قرآن مجید میں حضور نبی اکرم ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے عذابِ الٰہی نہ اترنے کو اس طرح بیان فرمایا گیا:

وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ. (الانفال:٣٣)

"اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر عذاب فرمائے درآنحالیکہ (اے حبیبِ مکرّم!) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں، اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوں"۔

اس آیت کریمہ نے اس تصور کو واضح کردیا ہے کہ آپ ﷺ قیامت تک "وانت فیھم" کی شان کے تحت ہمارے اندر موجود ہیں اور **وما ارسلنک الا رحمة للعالمین** کے تحت باری تعالیٰ نے امت مسلمہ سے آپ ﷺ کے وسیلہ سے دنیوی عذابِ اکبر کو اٹھادیا ہے۔

اس آیت کریمہ کے اگلے حصے نے اس بات کو بھی واضح کردیا ہے کہ جب تک یہ اللہ کے بارگاہ میں توبہ و استغفار کرتے رہیں گے، باری تعالیٰ ان کو عذاب میں گرفتار نہ کرے گا۔ اگر ان کے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں انفرادی و اجتماعی توبہ اور استغفار کے لئے بلند ہوتے رہیں گے تو باری تعالیٰ ان کو دنیا کے سارے عذابوں اور اپنے غضبوں سے بھی محفوظ کردے گا۔ لہذا ہمیں حکم دیا گیا کہ

وَتُوبُوٓا اِلَى اللهِ جَمِيعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. (النور: ۳۱)

"اورتم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہوکر) فلاح پا جاؤ"۔

اس آیت کریمہ نے واضح کردیا ہے کہ اللہ کے غضب، گرفت اور عذاب سے بچنے کا طریقہ توبہ و استغفار ہے۔ یہ توبہ و استغفار انفرادی زندگی میں بھی نظر آئے اور اجتماعی زندگی میں بھی نظر آئے۔ یعنی ہمارے انفرادی کردار پر بھی توبہ و استغفار غالب نظر آئے اور اجتماعی کردار بھی توبہ و استغفار کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہو۔

ہمارا اجتماعی کردار، ایک سوالیہ نشان

افسوس! آج ہمارا اجتماعی کردار قرآن و سنت سے عاری ہے۔ آج ہمارا اجتماعی کردار عالم انسانیت کے لئے باعث عار اور زمانے بھر میں اسلام کے لئے رسوائی و استہزاء کا باعث ہے۔ آج ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے واضح احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی کے مرتکب ہورہے ہیں اور قرآن و سنت کی واضح تعلیمات کا مذاق اڑانا ہمارا وطیرہ بن چکا ہے۔

مقامِ غور ہے کہ کیا آج ہمارا قومی کردار اللہ کی نعمتوں کی تکذیب نہیں کررہا۔۔؟ کیا آج ہمارا قومی کردار ان بنیادوں سے پاک ہے جن کو اسلام نے جاہلیت کی نشانیاں قرار دیتے ہوئے ختم کیا تھا۔۔؟ کیا ہمارے قومی کردار میں لسانی، علاقائی، سیاسی اور مذہبی فرقہ واریت اور فتنہ وفساد نہیں ہے۔۔۔؟

المختصر یہ کہ ہم انفرادی طور پر تو روبہ زوال ہیں ہی مگر اجتماعی کردار بھی ذلت کی اتھاہ گہرائیوں کو چھو رہا ہے۔ ہمارے اسی کردار ہی کی وجہ سے یقیناً باری تعالیٰ آج اپنے غضب، غیظ اور سخط کے ذریعے ہمارے ملی، قومی اور انفرادی و اجتماعی کردار کو اصلاح کی طرف مائل کررہا ہے، اپنی ناراضی کے ذریعے ہمیں اصلاحِ احوال کی طرف راغب کررہا ہے اور ہمیں حکم دے رہا ہے کہ جو گناہ کرچکے ہو ان سے تائب ہوجاؤ۔ ان نافرمانیوں اور سرکشیوں کا اپنی زیست سے خاتمہ کردو اور اس آیت کریمہ کا مصداق بن جاؤ:

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ.

"اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے"۔ (آل عمران:۱۳۵)

یعنی اپنے گناہ ظلم اور حرام کی زندگی کو جاری نہ رکھو بلکہ اس کو چھوڑ کر رب کی بندگی، نیکی، عدل اور حلال کو اختیار کرو۔ تم سب کچھ جانتے ہو، تمہارے گناہ تم سے پوشیدہ نہیں۔ لہذا اب ان برائیوں کو چھوڑو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرو۔ اپنے انفرادی اور اجتماعی

گناہوں پر معافی طلب کرو اور آئندہ زندگی کے لئے گناہ نہ کرنے کا عزم کرو۔

پس زلزلوں کا وقوع، آفات کا ظہور، غضب الٰہی کا نزول، اللہ کے غیظ کا صدور، اللہ کی سخط کا اظہار ہمیں اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ ہم اپنے انفرادی کردار کے ساتھ ساتھ اپنے قومی و ملی کردار کی بھی اصلاح کریں۔ اصلاح، ہدایت کے بغیر ممکن نہیں۔ علم بالوجی سے خالی شخصی ہدایت آج تک کارگر نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک ہوسکتی ہے۔ اس لئے ہمیں آج اس رب کی طرف رجوع کرنا ہے جس نے ہمیں قرآن اور صاحبِ قرآن کی صورت میں ہدایت عطا فرمائی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ اور لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ میں ہمیں ایسی آفات میں توبہ و استغفار کرنے اور اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی بارگاہ کی طرف رجوعِ خاص کرنے کے احکامات ارشاد فرمائے ہیں۔

اعمالِ قبیحہ

بندوں کے وہ کون سے اعمال ہیں جو اللہ کی بارگاہ میں ناراضگی اور خفگی کے باعث بنتے ہیں اور قدرتی آفات زلزلوں، سیلابوں، طوفانوں، وبائی امراض وغیرہ کی صورت میں ہم اُس کے عذاب سے دوچار ہوتے ہیں؟ آیئے اِن اعمالِ قبیحہ پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

۱۔ گناہوں پر گرفت

انسانوں کے گناہ وہ بنیادی وجہ ہے جو اللہ کے عذاب کے نزول اور اس کی گرفت کا باعث ہیں۔ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ.

’’اور جو لوگ بُری چالوں میں لگے رہتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے‘‘۔ (فاطر: ۱۰)

انسان کو اللہ کی بارگاہ میں جو چیز بلند کرتی اور عزت دیتی ہے وہ اس کا حسنِ قول اور حسنِ عمل ہے۔ جس کے بارے فرمایا:

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ.

’’پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور وہی نیک عمل (کے مدارج) کو بلند فرماتا ہے‘‘۔ (فاطر: ۱۰)

جس طرح قولِ صالح اور عملِ صالح انسان کے لئے نجات کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح قرآن اس حقیقت کو بھی واضح کرتا ہے کہ جب انسان فحش و منکرات میں پڑ جاتا ہے۔۔۔ اللہ کی اطاعت کو معصیت میں بدل دیتا ہے۔۔۔ منکرات سے محبت کرتا ہے اور حسنات سے نفرت کرتا ہے۔۔۔ بدی کی طرف رغبت کرنے لگتا ہے۔۔۔ فحش چیزوں میں چاہت رکھنے لگتا ہے تو تب اللہ کی گرفت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا:

مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ. (الاحزاب: ۳۰)

’’تم میں سے کوئی ظاہری معصیت کا مرتکب ہو تو اس کے لیے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا‘‘۔

گویا جب فحش مبینہ، ظاہری معصیت، ظاہری گناہ، ظاہری نافرمانی بڑھ جائے تو پھر اللہ کی بارگاہ سے اس کا غضب اور عذاب نازل ہوتا ہے۔

اسی طرح سورہ النور میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ.

’’بے شک جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے‘‘۔ (النور: ۱۹)

۲۔ راہ ضلالت کے انتخاب پر گرفت

اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کے نزول کا دوسرا سبب ہمارا راہِ نجات کے بجائے راہِ ضلالت و گمراہی کا

انتخاب کرنا ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ.

’’بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں اُن کے لیے سخت عذاب ہے‘‘۔ (ص: ۲۶)

اللہ کی راہ سے بھٹکنا، رب سے دور ہونا، اس کی نافرمانی و معصیت کا ارتکاب کرنا، اپنے رب کو ناراض کرتے ہوئے برے اعمال کو اختیار کرنا اور بری ہم نشینی اختیار کرنا دراصل خود کو غضب الٰہی کا شکار کرنا اور اللہ کی ناراضگی کو دعوت دینا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اللہ کے راستے سے بھٹکو نہیں بلکہ اللہ کی طرف آؤ۔ اللہ کے راستے کو چھوڑو نہیں بلکہ اسے اپناؤ۔ سبیل اللہ کے اختیار کرنے میں تمہارا نفع ہے اور اس کے چھوڑنے میں تمہارا نقصان ہے۔ وہ اللہ کا راستہ کیا ہے؟ وہ سبیل الی اللہ، رجوع الی القرآن اور رجوع الی سیرۃ الرسول ﷺ ہے۔

۳۔عبادت سے دوری پر گرفت

اللہ کی گرفت اور غضب ان پر بھی آتا ہے جو اس کی عبادت کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں اور تکبر و غرور کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ کی بندگی میں ان کو شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ ان کا نفس تکبر و غرور اور سرکشی و بغاوت کی علامت بن جاتا ہے۔ اس لئے وہ عبادت سے گریز کرتے ہیں۔ نفس کی یہی فراری اور گریزی طبیعت انسان کو اللہ کے غضب کا شکار کرتی ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا. (النساء: ۱۷۳)

’’اور وہ لوگ جنہوں نے (اللہ کی عبادت سے) عار محسوس کی اور تکبرّ کیا تو وہ انہیں دردناک عذاب دے گا‘‘۔

انسان کسی بھی سطح پر رب کی عبادت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ کوئی منصب اور ذمہ داری اسے رب کی عبادت سے دور نہیں کرسکتی۔ جو رب کے حضور جھک گیا، زمانہ اس کے سامنے جھک جائے گا۔۔۔ جو رب کا فرمانبردار بن گیا زمانہ اس کا مطیع ہوجائے گا۔۔۔ جو رب سے بے پرواہ ہوا، رب سب سے بڑھ کر بے پرواہ ہے۔۔۔ اللہ کی شان الصمد ہے۔ بندے کی بندگی اصل میں اس کی بارگاہ میں اپنی محتاجی کا اظہار ہے کہ مولا میں ہر لمحہ تیرا محتاج ہوں۔

بندے کا اپنی بندگی کے ذریعے رب کی بارگاہ میں اظہار محتاجی اسے اللہ کے انعامات اور اعزازات کا مستحق بناتی ہے جبکہ بندے کا تکبر و غرور اور عبادت میں عار محسوس کرنا اسے رب کے غضب کا شکار کرتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سورہ الجن میں یوں ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا. (الجن: ۱۷)

’’اور جو شخص اپنے رب کے ذِکر سے منہ پھیر لے گا تو وہ اسے نہایت سخت عذاب میں داخل کر دے گا‘‘۔

اللہ کی یاد سے غفلت ہی انسان کو رب کی رحمت سے محروم کرتی ہے۔ وہ باری تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے اور اعلان کرتا ہے:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ.

’’اور میری رحمت ہر چیز پر وسعت رکھتی ہے۔ سو میں عنقریب اس (رحمت) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں اور وہی لوگ ہی ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں‘‘۔ (الاعراف: ۱۵۶)

گویا اس کی رحمت کا حقدار بننے کے لئے ضروری ہے کہ تم اللہ کے ذکر اور عبادت سے غافل و لاتعلق نہ رہو۔ دل میں اللہ کا تقویٰ پیدا کرو اور اس کے

جملہ احکام بجالاؤ۔ اس کے حضور جھکنے والے بنو اور اس کے اوامر کو اپنے اعمال بناؤ۔ یہی طریق عبادت و ذکر تمہیں اس کی رحمت کا مستحق بنادے گا اور تمہیں اس کے غضب سے بچائے گا۔ اس لئے کہ اُس کا اپنا فرمان ہے کہ

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ.

''وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت (کے دائرے) میں داخل فرمالیتا ہے''۔ (الدھر:۳۱)

۴۔ظلم و ستم پر گرفت

رب کی گرفت اور غضب ان پر بھی ہوتا ہے جو ظلم کا راستہ اپناتے ہیں۔ ظلم کی ایک صورت یہ ہے کہ بندے رب کے اوامر و نواہی پر عمل نہ کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اپنے نفس کو مولا کی پیروی میں نہیں دیتے بلکہ خود نفس کے پجاری بن جاتے ہیں۔ مولا کی رضا کے طالب نہیں رہتے بلکہ نفس کی خواہش کے طالب بن جاتے ہیں۔

نفس جب رب کے احکام کی پیروی سے آزاد اور محروم ہوجائے تو پھر ظلم کی دوسری صورت سامنے آتی ہے اور وہ یہ کہ بندہ دوسرے انسانوں کے حق میں بھی بہت بڑا ظالم بن جاتا ہے۔ وہ لوگوں کے حقوق چھینتا ہے، لوگوں کے مال ہڑپ کرتا ہے، ان کی عزتوں کو پامال کرتا ہے اور اپنے ظلم کے ذریعے لوگوں کو رسوا کرتا ہے۔ ایسا شخص جہاں رب کے ہاں نافرمان ہے وہاں بڑا ظالم بھی ہے۔ گویا اس طرح وہ بیک وقت حقوق اللہ سے بھی انحراف کرتا ہے اور حقوق العباد سے بھی اعراض کرتا ہے۔ یہ نفس ایک ہی وقت میں اللہ کے ہاں بھی ظالم ہے اور بندوں کے حق میں بھی ظالم ہے۔ ایسے ظالموں کے لئے دنیا میں اللہ کا غضب اور آخرت میں اس کا عذاب ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا:

وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا.

''اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے''۔ (الانسان:۳۱)

اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا انکار کرنے والوں اور کافروں کو ڈھیل دیتا ہے لیکن وہ بالآخر اس کے غضب اور عذاب کی گرفت میں آتے ہیں۔ اس لئے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا. (الطارق:۱۷)

''پس آپ کافروں کو (ذرا) مہلت دے دیجیے، (زیادہ نہیں بس) انہیں تھوڑی سی ڈھیل (اور) دے دیجیے''۔

اب ایک ظالم کے لئے رب کی بارگاہ سے چھوٹ نہیں بلکہ ڈھیل ہے۔ اسے اپنے ظلم سے باز آنے اور توبہ و استغفار کا موقع دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ باز نہ آئے تو

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ. (البروج:۱۲)

''بے شک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے''۔

ظالم اس پکڑ اور غضب کا اس لئے شکار ہوتے ہیں کہ وہ اپنے عمل کے ذریعے اللہ، اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی تعلیمات کی کھلم کھلا تکذیب کرتے ہیں۔ اللہ کے احسانات کو جھٹلاتے ہیں اور اس کی نعمتوں کا عملاً انکار کرتے ہوئے اس کی آیات سے انحراف کرتے ہیں۔ گویا تکذیبِ دین کا رویہ ان کے قول میں بھی پایا جاتا ہے اور ان کے فعل میں بھی پایا جاتا ہے۔ جب تکذیب بالدین کا یہ عمل ان کے وجودوں میں سرایت کرجاتا ہے تو یہی عمل ان کو اللہ کی بارگاہ میں ظالم بنادیتا ہے اور اس ظلم کی بنا پر وہ اللہ کی بارگاہ میں غضب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ اس لئے سورہ النحل میں ارشاد فرمایا:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ.

''تو انہوں نے اسے جھٹلایا پس انہیں عذاب نے آ پکڑا اور وہ ظالم ہی تھے''۔ (النحل:۱۱۳)

۵۔ترکِ اعمالِ صالحہ پر گرفت

ظالم وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رضا کا راستہ اختیار

کرنے کے بجائے اس کی ناراضگی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ نیک اعمال کا ترک کرنا ناراضگیٔ الٰہی کا باعث ہے اور رب کی ناراضگی ہی اس کے غضب، عتاب اور عذاب کا باعث بنتی ہے۔ گناہوں میں لت پت ہونے والے ان ظالموں کے اس رویے کی نشاندہی کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللهَ وَکَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ.

’’یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اُس (رَوِش) کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرتی ہے اور انہوں نے اس کی رضا کو ناپسند کیا‘‘۔ (محمد: ۲۸)

ایک مومن کی کل زندگی مولا کی رضا کا نام ہے۔ وہ اپنے ہر ہر عمل، قول، رویے اور زندگی کے ہر لمحے میں اللہ کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔ ایک مومن اور مسلمان تو علی الاعلان یہی کہتا ہوا نظر آتا ہے:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ اَکْبَرُ ط ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.

’’اور (پھر) اللہ کی رضا اور خوشنودی (ان سب نعمتوں سے) بڑھ کر ہے (جو بڑے اجر کے طور پر نصیب ہوگی)، یہی زبردست کامیابی ہے‘‘ (التوبۃ: ۷۲)

اس لئے وہ مومن اہل زمانہ کو اپنے عمل کے ذریعے یہی درس دیتے ہیں کہ آؤ اللہ کی رضا کے طالب ہوجائیں۔ نفس کی رضا سے آزاد ہوجائیں۔ اس لئے کہ نفس کی پیروی انسان میں ظلم پیدا کرتی ہے اور رب کی پیروی انسان میں فوز وفلاح، بخشش ومغفرت اور نجات لاتی ہے۔

۶۔ اسوۂ رسول ﷺ سے دوری پر گرفت

اللہ کی بارگاہ میں پکڑ اور گرفت تب بھی آتی ہے جب ہم اسوۂ رسول سے دوری اختیار کرتے ہیں اور اپنے اعمال سے تکذیبِ رسالت کے مرتکب ٹھہرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی. (طٰه: ۴۸)

’’بے شک ہماری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ عذاب (ہر) اس شخص پر ہوگا جو (رسول کو) جھٹلائے گا اور (اس سے) منہ پھیر لے گا‘‘۔

ہم پر اللہ کے عتاب اور غضب کے نازل ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارا اجتماعی عمل آج عملِ رسول ﷺ کی تکذیب بھی کررہا ہے اور اس سے انحراف بھی کررہا ہے۔ ہمارے اجتماعی کردار میں کردارِ مصطفوی ﷺ کی روشنی مدھم ہوگئی ہے یا ختم ہورہی ہے اور بعض میں ختم ہوچکی ہے جبکہ نجات اللہ کے رسول ﷺ ہی کی پیروی میں ہے۔ ارشاد فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ.

’’جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا‘‘۔ (النساء: ۸۰)

افسوس! ہم نے رسول اللہ ﷺ کے راستے کو چھوڑ دیا ہے، ہم نے امرِ رسول ﷺ کی پیروی اور اسوۂ رسول ﷺ پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہمارا قول وفعل، آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی سے خالی ہوگیا ہے۔ ہم پیروی و اطاعت کے بجائے انحراف ومعصیت کی راہ پر چل رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے کردار کے لئے نمونہ تھا۔ ہم نے اس نمونہ عمل سے مستفید ہونا چھوڑ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے پستی وزوال نے ہم پر سائے دراز کرلئے ہیں اور آج ہم زوال و پستی کے گڑھوں میں گررہے ہیں۔

ہمارا قومی وملی کردار دہشت گردی کا شکار ہے۔ ہماری قومی اقدار مٹ رہی ہیں۔ ہم اسلام کی روشن تعلیمات کے بجائے زمانہ جاہلیت کی طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ہمیں آج پھر پلٹنا ہے اس ذات کی طرف جس کی پیروی کا رب نے ہمیں حکم دیا ہے اور جس کی پیروی میں کامیابی، نجات، ہدایت اور بندگی کا کمال ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت و

پیروی کا ہمیں یوں حکم دیا گیا:

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ. (الاعراف:۱۵۸)

''اورتم انہی کی پیروی کروتا کہ تم ہدایت پاسکو''۔

اس پیروی و اطاعت رسول کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی امر کی مخالفت ہمارے وجود سے سرزد نہ ہونے پائے۔ اگر امرِ رسول ﷺ سے مخالفت ہمارے وجود میں جڑ پکڑ گئی تو اس کا نتیجہ اللہ کے غضب کی صورت میں نازل ہوگا۔ ارشاد فرمایا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. (النور:۶۳)

''پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (ﷺ) کے امر (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آ پہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا''۔

اس آیت کریمہ نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت، فتنے اور عذاب کا باعث ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے مراد آپ ﷺ کے احکام، تعلیمات، سیرت، اسوہ حسنہ، اعمال، اخلاق حسنہ، اقوال جلیلہ اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کے کل احکام کی مخالفت ہے۔ اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ کے امر کی مخالفت اللہ کے امر کی مخالفت ہے اور رسول اکرم ﷺ کے امر کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

یہ آیت کریمہ اس حقیقت کو بھی واضح کر رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے امر کی مخالفت انسان کو اللہ کی رحمت سے محروم کرتی اور اللہ کے غضب کا شکار کرتی ہے۔ جب انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی راہ پر چل پڑتے ہیں تو باری تعالیٰ ان کو مختلف صورتوں کے ذریعے اپنے غضب اور عذاب سے ڈراتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهٗ وَاللهُ رَءُوْفٌ م بِالْعِبَادِ.

''اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے''۔ (آل عمران:۳۰)

حرفِ آخر!

قرآن مجید کی روشنی میں بیان کردہ ان جملہ حقائق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جب بھی کسی قوم پر اللہ کا عتاب، غضب، لعنت اور عذاب آیا تو اس میں ان کے اپنے عمل کا دخل تھا۔ کسی کا عمل کفر کا تھا تو کسی کا عمل روگردانی اور نافرمانی کا تھا۔۔۔ کسی کا عمل **بما کانوا یکذبون** جھٹلانے اور انکار کرنے کا تھا۔۔۔ کسی کا عمل **کانوا یفسقون** گناہ میں لت پت ہونے کا تھا۔۔۔ کسی کو کہا گیا **بما کانوا تکسبون** جو گناہ تم نے کمائے ہیں ان پر یہ اللہ کا غضب اور عذاب آیا ہے۔۔۔ کسی کا عمل **بما کانوا یفسدون** زمین میں فساد و فتنہ بپا کرنے کا تھا۔۔۔ کسی کا عمل **وھم ظلمون** ظلم کرنے کا تھا۔۔۔ کسی کا عمل **ان تشیع الفحشة** برائی اور بے حیائی پھیلانے کا تھا۔

ان قوموں پر عتاب، غضب اور عذاب اتارنے کا مقصد اور ان تمام صورتوں کے قرآن میں ذکر کا مقصد یہ ہے کہ **لعلھم یرجعون** کہ وہ رب کی طرف پلٹ آئیں۔ وہ جان لیں اور دیکھ لیں کہ **ان القوة لله جمیعا** سب سے بڑی قوت کا مالک اللہ ہی ہے۔ اس لئے ہمیں **انا لله وانا الیه راجعون** (ہم اس کی طرف سے ہیں اور اس کی ہی طرف پلٹ کر جانا ہے) کو ہمہ وقت اپنا وظیفۂ حیات بنانا ہوگا اور ہمیں اس کے ہر عتاب اور غضب پر **فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا الله** کی روش اپناتے ہوئے اس کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرنا ہے۔ اسی صورت اس کی رحمت اور فضل کی بارش کے ہم مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔

منصفانہ سماجی و معاشی نظام کی تشکیل

دین اسلام کا بنیادی تقاضا

ایس ایچ صدیقی

جب سے انسان نے شعور حاصل کیا ہے انسانی سوسائٹی میں اچھائی اور برائی کی قوتوں میں، علم اور جہالت میں، ترقی اور انحطاط میں، انصاف اور جبر میں، اجتماعی بھلائی اور اجارہ داری کے درمیان ایک کشمکش جاری ہے اور آج بھی دنیا بھر میں یہ کشمکش دکھائی دیتی ہے۔

تاریخ انسانی میں سب سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں اسلام کے نام سے ایک ایسے عالمی انقلاب کا آغاز کیا جو انسانی سرگرمی کے ہر میدان میں ترقی کا علمبردار تھا۔ آپ ﷺ نے انقلاب کے ابدی اصول وضع کئے۔ بعد میں بپا ہونے والی انقلابی تحریکوں نے، جنہوں نے بنی نوع انسان کو آگے بڑھنے میں مدد دی ہے، ہمیشہ انہی اصولوں کی پیروی کی ہے۔ دور جدید کی سماجی، معاشی، سیاسی، ثقافتی اور روحانی ترقیات میں جس قدر بھلائی ہمیں نظر آتی ہے وہ حضور ﷺ کی تعلیمات کا عکس ہے۔ اس لئے بنی نوع انسان کے بنیادی اہمیت کے مفادات کے خلاف کام کرنے والی طاقتوں کو روکنا اور حضور نبی اکرم ﷺ کے مرتب کردہ اصولوں کے مطابق اپنے زمانہ کی انقلابی قوتوں کے ساتھ بھرپور تعاون کے ساتھ ایک ترقی یافتہ اور فلاحی معاشرہ قائم کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اجارہ داریت اور جارحیت کی طاقتوں کا یہ معمول ہے کہ وہ ترقی کی جانب بڑھنے والی قوتوں کے انقلابی کردار کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں انتشار اور مغالطہ پیدا کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ منجملہ دوسری باتوں کے یہ طاقتیں مسلسل اس کوشش میں لگی رہتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی انقلابی قیادت کے اصل مزاج پر پردہ ڈالے رکھیں۔ اسلام دشمن طاقتوں کی جانب سے پیہم کوششیں کی جارہی ہیں کہ اسلام کو دنیوی زندگی اور اس کے طرح طرح کے مسائل سے لاتعلق کرکے صرف مذہبی اعتقادات ونظریات تک محدود کرتے ہوئے اسے اس کے انقلابی مزاج سے محروم کردیا جائے۔

چنانچہ انسانی ذہن کو بنی نوع انسان کے مستقبل بعید کے متعلق جھوٹی تسلیوں کی تلاش میں مقید کردیا جاتا ہے اور اس دنیا کو اہمیت دینے سے انسانوں کو باز رکھا جاتا ہے جس میں وہ پیدا ہوئے، پلے اور پروان چڑھے ہیں۔ اس کے برعکس اس ادبی، سائنسی اور تکنیکی تحقیق میں بھرپور حصہ لینے سے الگ رکھا جاتا ہے جوکہ انسانی زندگی کے ارتقا کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اس طرح لوگوں کو اپنی توانائیاں بھوک، بیماری، جہالت، برائی، ناانصافی اور جبر کے خلاف استعمال کرکے ایک ایسی آزاد سوسائٹی کی تعمیر میں صرف کرنے سے روکا جاتا ہے جس میں ہر شخص ایک دوسرے کی بہتری چاہ سکے اوران کے فائدہ کے لئے کام کرسکے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی عالمی حیثیت

سب سے بڑا المیہ جو امت مسلمہ پر وارد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آقا ﷺ کے مرتبہ و مقام کو خود مسلمانوں ہی کے ذریعے گرایا گیا ہے۔ مسلمانوں میں سے بہت ہی کم افراد اس ضرورت کو محسوس کرتے ہیں کہ انفرادی، قومی اور اجتماعی سطح پر تباہی و بربادی کی طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے آپ ﷺ کی تعلیمات سے فیضیاب ہوا جائے۔

حقائق کو ان کے صحیح تناظر میں رکھنے کے لئے اب یہ ضروری ہوگیا ہے کہ آپ ﷺ کی شخصیت کو مسلمانوں اور بقیہ نوع انسانی کے سامنے اس کے اصل مرتبہ و مقام اور شان و شوکت کے ساتھ ایک عظیم ترین معلم اور انقلابی کی حیثیت سے بحال کیا جائے اور اس دور کے معاشرہ کی تشکیل نو کے لئے آپ ﷺ کی راہنمائی کے حقیقی اثرات کو محسوس کرایا جائے۔ آپ ﷺ نے دنیا کو امن، ترقی اور خوشحالی کی راہ دکھائی اور انسانی زندگی میں خیرخواہی، محبت وخلوص، ادب واحترام، نظم وضبط، باقاعدگی اور بار آوری کے لئے قواعد ترتیب دیئے اور انسان کے لئے زندگی کے تمام شعبوں میں آگے بڑھنے کے لئے پختہ رہنما اصول وضع فرمائے۔

نظریاتی اور عملی تربیت

اس مقصد کے لئے تاجدار کائنات ﷺ نے دوقسم کے ضابطے عطا فرمائے:

۱۔ نظریاتی تربیت ۲۔ اجتماعی ذمہ داریاں

۱۔ پہلا ضابطہ فرد کی نظریاتی تربیت سے متعلق ہے۔ اس میں اللہ کی عبادت کا تصور بھی شامل ہے۔ یہ تربیت لوگوں کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ فکر وعمل میں اللہ تعالیٰ سے پختہ اور گہرا تعلق قائم کریں۔ یہ تربیت فرد کو عقلی طور پر اس حقیقت سے آگاہ کردیتی ہے کہ اللہ کا وجود بھی ایک حقیقت ہے۔ اگرچہ اللہ کی ذات کا قطعی اور مکمل ادراک نہیں کیا جاسکتا اور قوانین قدرت کے خلاف نہیں چلا جاسکتا لیکن اللہ کی ہستی کے بارے میں یقین حاصل کیا جاسکتا ہے۔ انسانی زندگی کو بہتر بنانے کی غرض سے اس کے وضع کئے گئے عالمی قوانین کو دریافت کیا اور سمجھا جاسکتا ہے اور ان کے مطابق عمل پیرا ہوکر انسانی زندگی میں بہتری پیدا کی جاسکتی ہے۔ اس سچائی کو تسلیم کرنے سے ایک فرد میں زندگی کے جملہ اعمال کے بارے میں مکمل جوابدہی کا احساس جاگزیں ہوجاتا ہے اور آدمی میں قول و عمل کا تضاد دور ہونے لگتا ہے۔ یہ نظریاتی تربیت فرد کو زندگی کا ایک مقصد، صحیح منزل اور سمت عطا کرتی ہے۔ علم و دانش اور کردار کی مضبوطی میں اضافہ کرنے میں مدد دیتی ہے اور اسے اس قابل بناتی ہے کہ وہ جس معاشرے میں رہ رہا ہے اس کی تشکیل نو میں موثر کردار ادا کرے۔

۲۔ دوسرا ضابطہ ایک فرد کی اجتماعی (سماجی، معاشی اور سیاسی) ذمہ داریوں سے متعلق ہے۔ اس ضابطہ کی پابندی بھی اس پر پہلے ضابطے کی طرح ضروری ہے۔ اللہ کے سامنے جوابدہ ہونا اصل میں انسانی معاشرے کے سامنے جوابدہ ہونے کے ہم معنی ہے۔ چنانچہ اسلام ایسی متوازن شخصیتیں تعمیر کرنا چاہتا ہے جو دیانتدار، جرأت مند، بردبار، خوش مزاج، لوگوں کے کام آنے والی، محبت کرنے والی، فیاض، راست باز، چوکس، ذہین اور منکسرالمزاج ہو۔ وہ شخصیت جو کسی بھی فاسد سماجی ڈھانچے کو بدلنے کی صلاحیت رکھتی ہو جو اسے ورثہ میں ملا ہو اور اس عمل میں اپنی جان کی انتہائی قربانی بھی دے سکتی ہو۔

اس لئے یہ لازماً ذہن نشین رہے کہ اللہ کی عبادت کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے جو ہدایات فرد کو دی ہیں وہ آپ ﷺ کے بپا کئے ہوئے سماجی و معاشی اور سیاسی و ثقافتی نظام کا ایک جزو لاینفک ہے۔ ان میں سے ایک جزو دوسرے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال میں یہ بات

واضح کردی گئی ہے کہ اجتماعی فرائض کی ادائیگی کے بغیر عبادت کا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کو قبول نہیں ہے اور نہ ہی انسانی معاشرہ اس تناقص کو قبول کرسکتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں ایک شخص کے تمام عباداتی اعمال ایک ڈھونگ، منافقت اور خودفریبی کے مترادف ہیں اگر وہ ایک منصفانہ معاشرے کے قیام کے لئے اجارہ دار اور باطل طاقتوں کے خلاف موت و حیات کی کشمکش میں مستعدی اور خلوص کے ساتھ اپنے آپ کو نہیں ڈالتا۔ اگر وہ ایک ایسا نظام قائم کرنے میں جہاں انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال ختم ہوجائے اور انسان کے اندر قدرت کی طرف سے ودیعت شدہ تمام بہترین صلاحیتوں کی دریافت اور نشوونما کا منتہائے مقصود حاصل ہو، اپنا حصہ نہیں ڈالتا تو اس کی عبادات پر ایک سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔ اس لئے تمام انفرادی اعمال کی سمت اجتماعی مقاصد اور عوامی مفاد کی آبیاری کے لئے متعین ہونی چاہئے ورنہ تمام اعمال خواہ وہ ظاہر میں کتنے ہی پاکیزہ نظر آئیں بے فائدہ، بے نتیجہ بلکہ معاشرے کے لئے نقصان دہ ہوں گے اور معاشرے میں منافقت کے بیج بونے کا باعث ہوں گے۔

سماجی و معاشی ناانصافیوں کا مقابلہ

ایک اور متعلقہ پہلو جس پر آقا ﷺ کی تعلیمات کے سلسلے میں غور کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ اخلاقی ضوابط اور اخلاقی رویہ ایک معاشرے کی روحانی افزائش کے لئے طاقتور محرک ہیں اور انسانی سوسائٹی کو اعلیٰ ترسطح تک اٹھاسکتے ہیں لیکن وہ اس وقت تک نہ تو تکمیل پذیر ہوسکتے ہیں اور نہ کوئی موثر رول ادا کرسکتے ہیں جب تک اس معاشرے میں بنیادی طور پر ایک منصفانہ سماجی و معاشی ڈھانچہ موجود نہ ہو۔ آپ ﷺ کی یہی تعلیم ہے۔ اس بات کو پوری طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ایسے بنیادی ڈھانچے کے قیام میں حقیقی رکاوٹ وہ سماجی اور معاشی ناانصافیاں ہیں جو جاگیردارانہ، سرمایہ دارانہ نظام کی خصوصیت ہے اور جنھوں نے ہماری سماجی زندگی میں دولت کے ارتکاز اور فرد کی پیداواری قوت کی لوٹ کھسوٹ کی شکل میں سر اٹھارکھا ہے اور جو وسیع پیمانہ پر بددلی اور مایوسی پیدا کررہی ہیں۔

ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کا اپنے دور کے حالات پر ماہرانہ اطلاق کیا جائے انسانی زندگی کے بارے میں جدید دور کے تجربوں کے ساتھ ان کے مفید امتزاج سے ایک منصفانہ معاشی نظام ترتیب دیا جائے۔ ایک ایسا نظام جو ہر فرد کو معاشرے میں شخصی احترام اور مساوی حیثیت دلاکر اس کی آسودہ حالی اور راحت و مسرت کا باعث بنے۔ اس میں وہ خود شناسی اور احساس فرض بڑھائے جو ایک طرف باشعور افراد پر مشتمل صحت مند معاشرہ قائم کرے اور دوسری طرف زمین پر دیرپا امن کے قیام کا موجب بنے۔

نماز کی حقیقت

اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کی روشنی میں اب ہم اس سوچ کا تجزیہ کریں گے جو ہمارے بعض نظریات اور معمولات میں کارفرما ہے اور جس کی اصلاح کی یقیناً ضرورت ہے۔ سب سے پہلے ہم عبادت کے مفہوم کے بارے میں غور کرتے ہیں۔ عبادت دو طرح کی ہوتی ہے:

ا۔ ایک وہ جو ہم اپنے روزمرہ معمولات میں چلتے پھرتے اور خلوت میں، کائنات کے خالق اور مخلوق کے رازق اللہ تعالیٰ کو یاد کرکے، اس کی تعریف کرتے ہوئے اور اس کا شکر بجا لاتے ہوئے، اپنی زندگی میں اس کی اطاعت کی عہد کرکے اور اپنی بہترین صلاحیتوں کے مطابق اس کی راہ پر چلتے ہوئے، اس سے نہایت عاجزی اور انکسار کے ساتھ راہنمائی اور مدد مانگ کر کرتے ہیں۔

۲۔ عبادت کی دوسری مخصوص شکل نماز ہے۔ جو انفرادی اور اجتماعی طور پر پانچ مرتبہ روزانہ ادا کی جاتی ہے۔ نماز سے قبل دی جانے والی اذان میں بھی اور پھر نماز میں بھی اہم ترین اعلان اور اقرار خالق کے مقابلے میں مخلوق کی عبودیت اور انسانوں کے مابین کامل آزادی اور مساوات کا ہے۔

نماز کا حقیقی مقصد انسان کو زندگی بھر اللہ کا فرمانبردار بنانا اور کسی قسم کے تعصب اور رنگ ونسل کے امتیاز کے بغیر اسے بنی نوع انسان کی خدمت پر لگانا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے نماز اسی صورت میں معاونت کرسکتی ہے جب اسلام کے اصول سیاست و ریاست معاشرے میں حکمران قوت کے طور پر عملاً کارفرما ہوں اور انسانی ماحول میں مخاصمت و استحصال کے بجائے باہمی تعاون و خیر خواہی کا جذبہ یا تو موجود ہو یا اسے بروئے کار لانے کی عملاً کوشش کی جارہی ہو۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اقوال کو اگر صحیح طور پر سمجھا جائے تو ان سے یہی صداقت واضح ہوتی ہے۔ اس سچائی کا انکار ایک فرقہ وارانہ سوچ اور استحصالی ذہن رکھنے والا شخص ہی کرسکتا ہے جو اللہ اور اس کی مخلوق کی جانب سے اس پر عائد ذمہ داری کی صحیح نوعیت کو جانے بغیر نماز کی ادائیگی کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا اصل مقصد مذہبی رسومات کی ادائیگی کی شائق اور ان میں منہمک ایسی مخلوق پیدا کرنا نہیں جو اپنی سماجی ذمہ داریوں کی طرف سے غافل ہو بلکہ ایسے انسانوں کو تیار کرنا ہے جو اپنی ان ذمہ داریوں کا شعور رکھتے ہوں۔ پیغمبروں کی جانب سے افراد کو جو اخلاقی و روحانی تربیت دی جاتی ہے وہ تو اس لئے ہوتی ہے کہ وہ سوسائٹی کے لئے مفید بنیں۔ اگر کوئی شخص اس اجتماعی ذمہ داری کو ادا نہیں کرتا تو اسلام پر ایمان کے اس کے تمام دعوے اور مذہبی رسوم میں اس کا انہماک، بے حقیقت اور مضحکہ خیز بات ہے۔

تقاضائے مسلمانی

اگر کسی نے اپنے آپ کو مسلمان کہنا ہے تو اس کو آئینی و قانونی حدود میں رہتے ہوئے اس غیر منصفانہ، اجارہ دارانہ، بوسیدہ سماجی ڈھانچے اور فرسودہ سیاسی و انتخابی نظام کو تبدیل کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا، جس نظام میں گزر بسر کرنے کے لئے ہمارے نام نہاد حکمران اور سیاستدان ہمیں مجبور کررہے ہیں اور حقیقی اسلامی جمہوری روایات کو زندہ کرنا ہوگا۔ اگر کوئی شخص ان تمام مظالم اور بے انصافیوں کو دیکھنے کے باوجود ان واضح ذمہ داریوں کو ادا نہیں کررہا تو اسے اپنے مسلمان اور پاکستانی ہونے کے بارے میں سوچنا ہوگا۔

قرآن مجید آپ ﷺ کو صرف مسلم برادری کے رہبر و رہنما کی حیثیت سے ہی پیش نہیں کرتا بلکہ **وما ارسلنک الا کافة للناس** کے مصداق آپ تمام انسانوں کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں۔ تمام نسل انسانی اور آنے والے تمام وقتوں کے لئے آپ ﷺ ایک رہبر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کی دعوت کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ تمام انسان حقوق کے اعتبار سے برابر حیثیت کے مالک ہیں، کوئی کسی کا غلام نہیں ہے۔ سب کے سب صرف ایک اللہ کے اطاعت گزار ہیں۔ اس دعوت کو جو بھی شعوری، قلبی اور عملی طور پر قبول کرتا ہے حقیقت کے اعتبار سے ایک سچا مسلمان ہے۔ کیونکہ وہی تو ہے جو زندگی کا کوئی مقصد رکھتا ہے اور اس کی کوئی منزل ہے جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ایسی منزل جو ایک ایسے آزاد معاشرے کے قیام کی طرف جاتی ہو جہاں نہ کوئی زور زبردستی ہو اور نہ خون خرابہ۔ جو تمام انسانیت کے لئے امن، خوشحالی اور مسرت لانے کے لئے وقف ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد اس کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا کہ اس رائج الوقت فرسودہ سیاسی و انتخابی نظام کو قطعی

طور پر مسترد کر دیا جائے جو خود غرضی، عدم مساوات اور جبر و تشدد کی پیداوار ہے اور جو چند لوگوں کے فائدے اور بہت سے لوگوں کی محرومی کا باعث بنتا ہے۔

دولت مند طبقہ اور سماجی ترقی

آج ملکی معیشت پر قابض دولت مند طبقہ نے 20 کروڑ لوگوں کے انحطاط پذیر سماجی ڈھانچے میں اپنے پنجے مضبوطی سے گاڑھ رکھے ہیں حالانکہ اسلام کسی مخصوص مالدار طبقہ کو سوسائٹی کے نچلے طبقوں کی قیمت پر پلتے رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مختلف افراد کی آمدنی اور نجی ملکیت میں معقول حد تک تفاوت کی اسلام نے اجازت دی ہے بشرطیکہ اس میں ان کی ذہنی صلاحیتوں اور عملی قابلیتوں کا دخل ہو۔

سماجی طرز عمل کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم ہم تک یہ پہنچتی ہے کہ اپنے وسائل اور اپنی کمائی میں سے روزمرہ کی لازمی ضروریات اور خاندانی حاجات پورا کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے اسے مفاد عامہ کے لئے خرچ کر دیا جائے۔ اس تعلیم کے ذریعے جو واضح سبق ہمیں دیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی کو سادہ زندگی بسر کرنی چاہئے، اپنی ضروریات پر کم سے کم خرچ کرنا چاہئے اور معاشرے کو اس کا حقدار متصور کرتے ہوئے زائد از ضرورت وسائل کو اجتماعی مفاد پر خرچ کر دینا چاہئے۔ ایک معاشرے میں جب تک ایک بہت بڑی تعداد تنگدستی، بھوک، ناخواندگی، جہالت، محرومی اور بیماری میں مبتلا ہے اس وقت تک چند لوگوں کا اپنے ذاتی آرام و آسائش اور عیش و عشرت پر خرچ کرنا ناپسندیدہ ہی نہیں بلکہ قابل مذمت اور قابل تعزیر فعل بھی ہے۔

ایک غیر منصفانہ معاشرے میں جو کوئی عالیشان طرز زندگی اپناتا ہے وہ نہ تو احترام کے قابل ہے اور نہ ہی اس پر رشک کیا جانا چاہئے خواہ وہ بظاہر کتنی ہی ممتاز اور معزز شخصیت ہو۔ قوم کے ہر فرد کو بلالحاظ مذہب و قومیت ملکی وسائل سے فائدہ اٹھانے کے مساوی مواقع دینے سے معاشرے کے تمام افراد کے لئے محض سرمایہ کے بل پر نہیں بلکہ محنت کی بنیاد پر سوسائٹی میں بہتر سے بہتر مقام حاصل کرنے کے راستے کھلے رہتے ہیں۔ کسی معاشرے کے افراد کا مرتبہ و حیثیت میں برابر تسلیم کیا جانا ایک مہذب سوسائٹی کا طرہ امتیاز ہوتا ہے۔

اسلامی اصول اور اخلاقی قوت کی تشکیل

قرآن و سنت میں موجود اسلام کے اصول وہ حقیقی بنیادیں ہیں جن پر انسانی معاشرے کی صحیح تعمیر کی جاسکتی ہے۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی حقیقی ترقی ہوئی ہے وہ اسلامی اصولوں کی اساس پر ہی ہوئی ہے۔ ہم اپنی زندگی کے معمولات میں قوانین فطرت سے انحراف نہیں کر سکتے۔ کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہمیں ان قوانین کو دریافت کرنا اور صحیح طور پر ان کی پیروی کرنا ہوگی۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ قرآن و سنت میں متعین کئے گئے اصولوں کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ ہم زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی یافتہ ممالک کی پیش رفت کا بھی جائزہ لیں اور پھر ان میں موازنہ و تطبیق کر کے اپنی سماجی بقاء کے لئے مستقبل کا راستہ طے کریں۔

انسان ہونے کے ناطے اور خصوصاً مسلمان ہونے کی حیثیت سے، ہماری یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ ہم انسانی معاشرے کو اس انداز میں تعمیر کریں کہ انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کا خاتمہ ہو اور تمام بنی نوع انسان کو قدرت کی طرف سے ودیعت شدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر قوانین فطرت کے متعین کردہ خطوط پر پروان چڑھانے اور امن و فراوانی میں زندگی بسر کرنے کا موقع ملے۔ اللہ اور اس کے رسولوں نے جتنی بھی ہدایات

دی ہیں وہ انسان کو اس بنیادی اور اہم ترین فریضہ کی ادائیگی کے قابل بنانے کے لئے ہیں۔

زندگی حقیقت کو منکشف کرنے، قوانین فطرت کو جاننے اور ایسے باشعور افراد پر مشتمل معاون معاشرہ تعمیر کرنے کا عمل ہے جو ان قوانین کے صحیح ادراک کی بنیاد پر اصول اخلاق پر مبنی اعلیٰ اخلاقی شعور کو نشوونما دے۔ ایسی باشعور زندگی کے سامنے فوری کام ناانصافی، برائی اور مصائب کو تمام شعبہ ہائے زندگی سے دور کرنا ہے۔

اس اعلیٰ اخلاقی شعور کی نشوونما اور مضبوطی کا سب سے اہم ذریعہ علم ہے۔ اخلاقی شعور کا آغاز علم سے ہوتا ہے۔ علم اس حقیقت کو دریافت کرتا ہے جو اخلاقیات کی اساس ہے۔۔۔ یہ قوت فیصلہ پیدا کرتا اور عزائم کو مضبوط بناتا ہے۔۔۔ یہ ترقی کے حقیقی مواقع کو واضح کرتا ہے اور فرضی امکانات کو رد کرتا ہے۔۔۔ یہ خیال پرستی پر مبنی جھوٹی آرزوؤں کی نفی کرتا اور زیادہ حقیقت پسندانہ مناظر سامنے لاتا ہے۔

صحیح منزل متعین نہ ہو تو ایک فرد اعلیٰ ترین اصول اور بہترین ارادے رکھنے کے باوجود مشکل حالات میں نیک کرداری کے ساتھ اور مہذب انداز میں عمل کرنے کے قابل نہ ہوگا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ صحیح نصب العین کا انتخاب کیا جائے اور اسے حاصل کرنے کے لئے حقیقی ذرائع تلاش کئے جائیں۔ علم ہی نصب العین کی حقیقت کو واضح کرتا اور انہیں حاصل کرنے کے صحیح ذرائع تلاش کرنے میں مدد دیتا ہے۔

ایک آدمی کی نیک سیرتی اسی وقت حقیقت کی شکل اختیار کرسکتی ہے جبکہ بہتری کے لئے کچھ کیا جائے۔ نیتیں اور ارادے آدمی کی سماجی سرگرمیوں کی تکمیل کے نتیجہ میں ہی مادی شکل اختیار کرسکتے ہیں۔ شعور و ادراک کو نظر انداز کرکے محض احساسات پر انحصار کرنا فرد اور سوسائٹی دونوں کے لئے ہلاکت انگیز ہے۔

علم ایسے لوگوں کے عمل سے پھوٹتا ہے جو سچائی کو جاننے کی سنجیدہ کوششوں میں مصروف عمل ہوتے ہیں۔ پس وہ ایمان جس کی بنیاد علم پر ہو ایک فرد کو صحیح سمت دیتا ہے۔ وہ اس کے اندر ایک سچا ضمیر پیدا کرتا ہے جو کہ سچائی کو جاننے اور اس کا بے باکانہ احترام کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرتا ہے۔

انسان علم اور فطرت کی ودیعت کردہ تخلیقی صلاحیتوں کی وجہ سے یقیناً اپنے حالات کو بدلنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ قوانین فطرت کا ادراک اور ایسے سماجی ڈھانچہ کے خلاف شعوری جدوجہد جس میں اس کی زندگی دوسروں کے قبضے میں ہو، فرد میں سیرت کی پختگی پیدا کرتی ہے۔ یہ شعوری جدوجہد انسان میں انسانی شخصیت کا احترام، قدرو منزلت اور سماج کے روبرو ذمہ داری و جوابدہی کے احساس کو جاگزیں کرتی ہے۔

سیاسی و معاشی دہشت گردی کی بیخ کنی

سیاست ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے ذریعے معاشرے کے ماحول کو ایک پسندیدہ صورت دی جاتی ہے۔ سیاست عوام میں شعور پیدا کرنے اور معاشرے کے افراد کو تعمیری شخصیتوں میں ڈھالنے کا موثر ذریعہ ہے۔ ایک حقیقی جمہوری حکومت کی حکمت عملی ایسے حالات پیدا کرنے میں دلچسپی رکھتی ہے جن میں ہر فرد کو ایک سیاسی تشخص حاصل ہو۔ ایسا تشخص جو اردگرد کے لوگوں کی بہتری اور آزادانہ نشوونما کے لئے فکر مند ہو کیونکہ اس کی اپنی بہبود بھی دوسروں کی بہبود پر منحصر ہے۔ ایسی حکومت لوگوں کو اس کی پالیسیوں کی صحت مند اور منصفانہ بنیاد کے بارے میں قائل کرکے سوسائٹی اور فرد کے مابین مفادات

کی ہم آہنگی پیدا کرتی ہے۔ ایسی حکومت لوگوں کے وسیع تر حصے کوشعور طور پر ایک ایسی تحریک کا حصہ بناتی ہے جو معاشرے کو ترقی دینے اور ریاست کے انتظام میں آبادی کے وسیع تر حصوں کو شامل کرنے کا عمل جاری کرتی ہے۔ ایک کامیاب حکومت عوام ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

دوسرے الفاظ میں کامیاب حکومت وہ ہے جو ریاست کے مقاصد کے بارے میں عوامی تصورات اور حقیقی سماجی مقاصد میں یکسانیت پیدا کرے۔ ایک ریاست صرف اس صورت میں مضبوط و مستحکم ہوتی ہے جبکہ عوام سیاسی طور پر باشعور ہوں۔ یعنی وہ سب کچھ جانتے ہوں، ہر معاملے کے بارے میں اپنی رائے رکھتے ہوں اور تمام معاملات بااصول طریقے سے سرانجام دے سکتے ہوں۔ یہ ایک بین حقیقت ہے کہ عوام ہی وہ متحرک قوت ہیں جو تاریخ کو بناتے ہیں۔

عوام کے معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لئے نام نہاد سیاستدانوں کے ساتھ ساتھ دولت مند اشرافیہ کے مخصوص مفادات پر بھی ایک کاری ضرب لگانا ضروری ہے۔ ہمارے ہاں موجود بالائی طبقوں کا نچلے طبقوں کو دبائے رکھنا اور انہیں اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرنا معمول ہے۔ اسلام کا زندگی کے بارے میں نظریہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ عوام بالائی طبقوں کو قابل اعتراض طرزعمل سے روکیں اور ایک منصفانہ سماجی نظام کے قیام کے لئے کام کریں۔ یہ بات آپ ﷺ کے ایک ارشاد میں واضح طور پر منعکس ہوتی ہے۔ فرمایا:

اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو بالائی طبقوں کے کئے کی سزا اس وقت تک نہیں دیتا جب تک وہ اپنے درمیان قابل اعتراض عمل کو ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن استطاعت ہونے کے باوجود اس سے منع نہیں کرتے۔ جب ان کا طرزعمل یہ ہوجاتا ہے تو اللہ عام لوگوں اور بالائی طبقوں دونوں کو سزا دیتا ہے۔

قابل اعتماد عوامی قیادت

عوام کو ایک ایسی موثر اور تعمیری قوت بنانا کہ وہ غیر منصفانہ معاشی و سماجی ڈھانچوں کو اپنے علم، سوجھ بوجھ اور کردار کی مضبوطی سے بدل ڈالیں، ایک بڑا بھاری کام ہے۔ یہ شاندار کارنامہ ایک ایسی باصلاحیت اور قابل اعتماد قیادت ہی کے ذریعے انجام دیا جاسکتا ہے جس کے قول اور عمل میں تضاد نہ ہو۔ ایسی قیادت حضور نبی اکرم ﷺ کے متعین کردہ خطوط پر فلاحِ انسانیت و امت کے لئے اپنا کردار ادا کرتی ہے۔

آخری تجزیئے کے طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ زندگی کے مصائب (جہالت، بیماری، بھوک و افلاس، ناانصافی اور ظلم) کو ختم کرنا، انسان کی فلاح و بہبود کو نشوونما دینا، سماجی ذمہ داریوں کی ضروری حد تک ادائیگی کے ذریعے انسان کو اخلاقی و روحانی بلندیوں تک ترقی دینا، اس کے سیاسی شعور کو جلا دینا اور سماج کی درست و محکم تنظیم کرنا ہی انسانی زندگی کا مقصود ہے۔ انہی کاموں کی انجام دہی پر صحت مند زندگی کا دارومدار ہے۔ ان میدانوں میں قطعی پیش رفت صرف اسی صورت میں حاصل کی جاسکتی ہے جبکہ سماجی ڈھانچے کی ہر سطح پر صحت مند اور پختہ قیادت موجود ہو۔ ایسی قیادت جو قرآن اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے رہنمائی لیتی ہو۔ ایسی قیادت بلاشبہ ہمارے اندر موجود ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ذاتی، گروہی اور طبقاتی مفادات سے بالاتر ہوکر اور ایمان و یقین، احساس ذمہ داری اور قربانی کے جذبے سے سرشار ہوکر اس رہنمائی کی طرف رجوع کیا جائے۔

❁❁❁❁❁

ملکی حالات و واقعات

حقائق کیا ہیں۔۔۔؟

عین الحق بغدادی☆

اس سلسلۂ تحریر میں ملکی سطح پر گذشتہ ماہ پیش آنے والے حالات و واقعات پر ایک تجزیہ پیش کیا جائے گا اور اس تناظر میں ان واقعات کے حقائق جانیں گے کہ ایسا کیوں ہوا؟ ذمہ دار کون ہے؟ خرابی کا تدارک اور حالات کی بہتری کیونکر ممکن ہے؟

قومی ایکشن پلان۔۔۔؟

''قومی ایکشن پلان پر مکمل عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے دہشت گردی کے واقعات بدستور جاری ہیں۔فوج اپنا کام کررہی ہے مگر حکومت کی کارکردگی مایوس کن ہے''۔

دہشت گردی کے خاتمے کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا ہمیشہ یہ مؤقف رہا ہے کہ حکمران دہشت گردی کے خاتمے میں سنجیدہ نہیں۔ اس لئے کہ حکمرانوں کے دہشت گردوں کے ساتھ مفادات وابستہ ہیں۔ بڑی سیاسی جماعتیں اپنے سیاسی مقاصد کے حصول، زمینوں پر قبضے، سیاسی قتل اور بھتہ خوری جیسے امور میں ان دہشت گردوں کو استعمال کرتے ہیں اور بدلے میں دہشت گردوں کے لیے نہ صرف دل میں نرم گوشہ رکھتے ہیں بلکہ انہیں اپنے تئیں تحفظ فراہم کرنے کے لئے بھی اقدامات کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام کے اس مؤقف کا ثبوت کچھ یوں سامنے آتا ہے کہ کچھ عرصہ قبل حکومت نے اعلان کیا کہ ''دہشت گردی خاتمے کے آخری مراحل میں ہے'' مگر اس کے بعد حکومت کی طرف سے ہی ایک خبر آتی ہے کہ ''بیرونی فنڈنگ روکنے کے لیے ٹاسک فورس بنائی جائے گی''۔ اگر دیکھا جائے تو ان دونوں خبروں میں حکمرانوں کی دہشت گردوں کے بارے میں نرم دلی کا واضح ثبوت ہے کہ قومی ایکشن پلان کے اس اہمیت کے معاملہ ''بیرونی فنڈنگ کی روک تھام'' کے لئے ابھی ابتدائی اقدامات بھی نہیں کئے گئے اور اسے موخر کرنے کی مذموم کاوشیں کی جارہی ہیں۔

حقائق پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ قومی ایکشن پلان دھرے کا دھرا رہ گیا ہے اور صرف ان نکات پر عمل کیا جارہا ہے جن سے حکمرانوں کو کوئی نقصان نہیں ہوتا یا ان کے سیاسی مقاصد پورے ہورہے ہیں۔ اس ضمن میں پاکستان عوامی تحریک کا موقف یہ ہے کہ یہ قومی ایکشن پلان کے بجائے حکومتی سلیکشن پلان لگتا ہے، یعنی صرف وہ ہورہا ہے جو حکومت کے اپنے فائدے میں ہے ۔بدعنوانی اور کرپشن کے کیسز ایف آئی اے اور نیب میں اس لیے چلائے جاتے ہیں تاکہ عوام کو بے وقوف بنا کر ملزمان کو کلین چٹ دی جائے اور اس طرح کیس ہمیشہ کیلئے بند کردیے جائیں، یہ سب کچھ بڑی سیاسی جماعتوں کے مک مکا کا نتیجہ ہے۔

شیخ الاسلام اس کرپٹ نظام کہتے ہیں کہ ''بڑی

☆ (ڈپٹی ڈائریکٹر میڈیا سیل PAT،MQI) ainulhaq70@gmail.com

سیاسی جماعتوں کے مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں کبھی ایک کی باری ہوتی ہے تو کبھی دوسرے کی۔ ایک جماعت حکومت میں ہوتی ہے تو دوسری اپوزیشن میں اور پھر آپس میں طے ہو جاتا ہے کہ آپ نے کتنا شور ڈالنا ہے اور ہم نے کتنا برداشت کرنا ہے''۔

اگر آپ یادوں کے دریچوں میں جھانکیں تو آپ کو دکھائی دے گا کہ پی پی حکومت میں ن لیگ کے قائدین پیٹ پھاڑ کر لوٹی دولت نکالنے، سڑکوں پر گھسیٹنے کا اعلان کر رہے ہیں۔ عوام ان کے خلاص کے نعرے لگا رہی ہے، مگر جب ن لیگ کی حکومت آئی تو پھر ان کی خاموش رفاقت قابلِ دید ہے۔ اسی طرح دھرنے کے دوران جب مفادات کو ٹھیس پہنچنے لگی اور حقیقی معنوں میں پیٹ پھٹتے نظر آئے تو تمام کرپٹ سیاسی جماعتوں نے مفادات کی جمہوریت کو بچانے کے لئے اکٹھ کر لیا۔ ایک دوسرے کو گالیاں دینے والے مفادات کی جمہوریت کے لیے بغل گیر نظر آئے اور جب جان بچ گئی تو عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے پرانے دساتیرِ زباں بندی بحال ہو گئے، کیونکہ سمجھ آ گئی کہ اگر ہماری مک مکا کی سیاست کو کچھ ہوا تو دونوں کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

شیخ الاسلام کے امن نصاب کی پذیرائی

''پڑوسی ملک بھارت کا دہشت گردی کے خاتمے کیلئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا فروغ امن نصاب اپنے مدارس کے نصاب میں شامل کرنے کا فیصلہ''۔

شیخ الاسلام نے نظریاتی دہشت گردی کے خاتمے کے لیے انتہاء پسندانہ رویوں میں اعتدال لانے، قوت برداشت پیدا کرنے اور تکفیری رویوں کی بیخ کنی کے لئے دینی و مذہبی، انتظامی اور دیگر تمام طبقات فکر کے لیے قرآن و حدیث پر مبنی اسلامی امن نصاب ترتیب دیا ہے۔ اس نصاب کی تقاریبِ رونمائی پاکستان سمیت یورپ، امریکہ اور دنیا کے کئی ممالک میں منعقد ہو چکی ہیں اور وہاں کے علمی، سماجی، سیاسی اور دینی حلقوں کی طرف سے شیخ الاسلام کی اس کاوش کو خوب سراہا گیا۔ حتیٰ کہ یورپ کی کثیر مساجد نے اس اسلامی امن نصاب کو اپنے مدارس کے نصاب میں شامل بھی کر لیا ہے۔ مگر افسوس کہ انتہا پسندی اور دہشت گردی کے عفریت کا سب سے زیادہ شکار اور گذشتہ ایک دہائی سے اس سلسلے میں ہزاروں جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے ملک پاکستان کے حکمران اپنی نااہلی، تعصب اور تنگ نظری کی بدولت اس نصاب کا سرکاری سطح پر اطلاق کرنے میں سنجیدہ نہیں ہیں۔

ہمارے ملک کے حکمرانوں کے ان دہشت گردوں کے محافظ ہونے میں کوئی شک نہیں مگر بقیہ سیاسی جماعتیں بھی ضربِ عضب سے پہلے دہشت گردوں کے بارے میں مختلف رائے رکھتی تھیں۔ کوئی انہیں درست اور کوئی غلط کہتا تھا۔ حتیٰ کہ انہیں غلط ماننے والی جماعتیں بھی ان کے خلاف عسکری آپریشن کے حق میں نہ تھیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے شہید ہونے والے سکیورٹی فورسز کے جوانوں کی شہادت بارے مملکت خداداد میں باقاعدہ ایک بحث شروع ہو گئی کہ کیا وہ شہید کہلانے کے حق دار بھی ہیں یا نہیں؟ یہ ایک ایسا علمی و نظریاتی حربہ تھا جو پاک فوج کے جوانوں کے حوصلوں کو کم کرنے کا باعث بن سکتا تھا۔

اِن حالات میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح مؤقف اختیار کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گردی کی جنگ میں مارے جانے والے نہ صرف شہید ہیں بلکہ ان کا اجر دوسرے شہداء سے دس گنا زیادہ ہے۔

شیخ الاسلام کی نظر ان محرکات پر بھی تھی جو عرصہ دراز سے لوگوں کی ذہنی برانگیختگی کا سبب بن رہے تھے۔ اسی لئے آپ نے دوٹوک انداز میں کہا کہ وہ نظریات جن کی وجہ سے دہشت گرد انتہائی قدم اٹھاتے ہیں، جب تک ان نظریات

کو جڑ سے ختم نہیں کیا جاتا، اس وقت تک دہشت گردی کے خلاف عسکری محاذ پر لڑی جانے والی جنگ کے بھی کماحقہ نتائج حاصل نہیں کئے جاسکتے۔ لہٰذا انہی خدشات کو مدنظر رکھتے ہوئے عالمِ اسلام کے مختلف طبقات کی فکر کو جلا بخشنے کے لیے آپ نے فروغ امن نصاب ترتیب دیا جو انتہا پسندانہ رویوں کی جگہ معتدلانہ رویہ اپنانے میں مددگار ثابت ہوگا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس اسلامی امن نصاب کو ہر سطح پر عملاً رائج کرتے ہوئے دہشت گردی کی نظریاتی بیخ کنی کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں۔تحریک منہاج القرآن کی طرف سے شیخ الاسلام کی ہدایات پر حال ہی میں ضرب امن مہم کا آغاز بھی دہشت گردی کے سدباب کے لئے نظریاتی، علمی اور فکری سطح پر ایک مضبوط اقدام ہے۔

PIA کی نجکاری

’’PIA کی نجکاری کے خلاف مظاہرہ۔۔ دو افراد شہید‘‘۔

اس وقت ایک اہم ایشو پی آئی اے کی نجکاری کا ہے۔گذشتہ ماہ پی آئی اے ملازمین نے نج کاری کے خلاف مظاہرہ کیا تو اقتدار کے نشے میں چور حکمرانوں نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کی تاریخ دہراتے ہوئے سیدھی گولی چلا کر دو بے گناہوں کو شہید کر دیا۔ شیخ الاسلام نے حکمرانوں کی اس مخصوص سوچ کو تفصیل کے ساتھ بہت پہلے بے نقاب کر دیا تھا کہ کس طرح ریاستی اداروں کو کمزور اور دیوالیہ کر کے یہ لوگ خود خرید لیتے ہیں ۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک طرف ایک نجی ایئرلائن آئے دن ترقی کی منازل طے کر رہی ہے جبکہ پی آئی اے روبہ زوال ہے، حالانکہ نجی ائیر لائن کے پاس نہ تو قومی ائیر لائن کی طرز کے جہاز ہیں ، نہ عملہ اور نہ ہی وسائل ۔ پی آئی اے کسی وقت دنیا کی بہترین ایئرلائنوں میں شمار ہوتی تھی اور مسافر آرام دہ سفر کیلئے پی آئی اے کا انتخاب کرتے تھے ۔ یہ وہ ایئرلائن ہے جس سے ادھار جہاز لے کر امارات ایئر لائن کا آغاز کیا گیا، جو اس وقت دنیا کی بہترین ایئر لائنوں میں سے ایک ہے۔ اسی طرح چین نے بھی اپنی ایئرلائن کا آغاز پی آئی اے کے جہازوں سے شروع کیا تھا۔ آج ہمارے ان عقلمند اور شاطر حکمرانوں نے اس کا ستیاناس کر کے رکھ دیا۔ ایک ہی شخص ایک نجی ایئرلائن کا مالک ہے وہ تو ٹھیک چل رہی ہے مگر اسی شخص کے ہاتھوں حکومتی ادارے کا دیوالیہ کیوں؟

ان حکمرانوں کے اپنے کاوربار تو آئے دن ترقی ہی کرتے چلے جارہے ہیں۔ ان کا کوئی بزنس ایسا نہیں جو نقصان میں ہو لیکن پھر عوام کے خون پسینے سے بنائے یہ ادارے انہی تاجروں کے ہاتھوں تباہ کیوں ہو رہے ہیں؟ آج کے حکمران گزشتہ دور حکومت میں پی آئی اے کی نجکاری کے خلاف مظاہرے کرتے تھے مگر آج پی آئی اے نجکاری کے خلاف مظاہرہ کرنے والے ملازمین پر گولی چلاتے ہیں۔ یہ اپنی طاقت اور فرعونیت میں اتنے مست ہو چکے ہیں کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ناحق خون بہانا ان کیلئے کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے دھرنے کے دوران بڑے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ ’’لوگو اگر آج اپنے حق کیلئے باہر نہ نکلے تو پھر ایک وقت آئے گا کہ آپ سے اپنے حق میں مظاہرہ کرنے کا آئینی اور قانونی حق بھی چھین لیا جائے گا‘‘۔ اس کے بعد آپ نے دیکھ لیا جو بھی مظاہرے کیلئے نکلتا ہے اس کا کیا حال ہوتا ہے یہاں تک کہ نابینا اور معذور افراد کو بھی نہیں بخشا جاتا۔اس ان حالات میں یہ صدا ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے۔

؎ پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

داعش کے پھیلتے سائے

’’وزارتِ خارجہ نے بیان جاری کیا ہے کہ پاکستان میں داعش کا سایہ تک بھی برداشت نہیں کرینگے۔ مگر اس بیان کے چندروز بعد ہی یہ خبر اخبارات کے پہلے صفحے کی

زینت بنی کہ لاہور سے کچھ لوگ داعش میں شمولیت کیلئے شام چلے گئے ہیں۔ اس پر حساس اداروں کی کارروائیاں تیز ہوئیں اور خبر آئی کہ داعش کے لوگ پاکستان میں موجود ہیں اور باقاعدہ لوگوں کی تربیت کرتے اور داعش کے لیے بھرتی کرتے ہیں۔ بعد ازاں سندھ اور اسلام آباد سے داعش کے سرکردہ افراد کی گرفتاری کی خبر آ گئی۔

حکمرانوں کے غلط طرز حکمرانی اور ملک وقوم کے بجائے اپنے سیاسی مفادات کا تحفظ کرنے کے پیش نظر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ''یہ حکمران پاکستان میں داعش کا راستہ ہموار کررہے ہیں۔ ایک طرف فوج دہشتگردوں کے خلاف آپریشن کرنے جارہی ہے مگر دوسری طرف کرپٹ، بدمعاش سیاست دان داعش کو import کرکے ایک نیا میدان جنگ کھولنا چاہتے ہیں''۔ اس وقت تو حکمرانوں اوران کے چیلوں کی طرف سے شیخ الاسلام کے اس بیان کو غیر سنجیدہ قرار دیا گیا مگر بعد ازاں خود ان کی طرف سے داعش کی موجودگی کے اعلانات سامنے آنے لگے۔ سوچنے کی بات ہے کہ آخر یہ لوگ کہاں تھے، جن کا بقول وزارتِ خارجہ سایہ تک نہ تھا۔ یقیناً جنھوں نے انہیں امپورٹ کیا تھا انہی کی سرپرستی اور زیر سایہ کام کررہے تھے۔ اس لیے دہشت گردوں کا سایہ حکمرانوں کے زیرِ سایہ ہونے کی وجہ سے نظروں سے اوجھل تھا۔

کرپشن کا جن

کرپشن کے حوالے سے گذشتہ ماہ ماڈن ایان کے علاوہ ڈاکٹر عاصم اورعزیر بلوچ کے مقدمات قومی میڈیا پر زیر بحث رہے۔

ایان کراچی ایئرپورٹ سے 5 کروڑ ڈالر لے جاتے ہوئے پکڑی گئی، جس انسپکٹر نے اسے پکڑا تھا اسے تو کیے کی سزا مل گئی اور وہ اپنے ہی گھر میں مردہ پایا گیا۔ ماڈل ایان کی گرفتاری، قید، جیل میں گزارے دن اور عدالتوں میں پیشی کے موقع پر انداز و ناز یہ سب میڈیا کے ذریعے قوم کے سامنے آتا رہا اور ہمارا میڈیا بھی اس کے ذریعے ہونے والی منی لانڈرنگ کی تحقیقات کو سامنے لانے کے بجائے اپنی ریٹنگ کے لئے اس کے ملبوسات اورفیشن میں کھوکر رہ گیا۔ اس کی رہائی کیونکرعمل میں آئی اور اتنے بڑے سکینڈل کے پیچھے کون تھا؟ یہ سب ابھی پردے میں ہے اور اگر یہی حالات رہے تو آئندہ بھی پردے میں ہی رہے گا۔

شیخ الاسلام نے دھرنے کے دوران کرپشن اور منی لانڈرنگ پر گفتگو کرتے ہوئے بہت عرصہ قبل منی لانڈرنگ کے لئے اختیار کردہ ان مخصوص طریقوں کو بیان کردیا تھا کہ کتنی ماڈلز، اینکرز اور سیاسی شخصیات اس طرح منی لانڈرنگ کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام کی اس گفتگو کو ایان منی لانڈرنگ کیس کے دوران TV چینلز نے بھی عوام کو سنایا اور اعتراف کیا کہ ''ڈاکٹر طاہرالقادری ٹھیک کہتے تھے''۔

محترم قارئین! حکمرانوں کا آپس میں مک مکا ہو، یا جعلی الیکشن کمیشن کا قیام۔۔۔ انتخابات میں دھاندلی کی خبر ہو یا دہشت گردی کے خلاف حکمرانوں کے غیر سنجیدہ رویوں کی نشاندہی۔۔۔ منی لانڈرنگ کے جدید طریقوں کو بے نقاب کرنا ہو یا قومی ایکشن پلان کو متنازعہ بنانے کی حکومتی مذموم کاوشوں سے پردہ ہٹانا۔۔۔ ان تمام امور پر شیخ الاسلام نے پوری قوم، میڈیا اور مقتدر طاقتوں کوقبل از وقت آگاہ کردیا۔ مگر افسوس ان میں سے کوئی بھی اس وقت بیدار نہیں ہوا اور جب یہ سانحات رونما ہوجاتے ہیں تو پھر ہر کوئی کہتا نظر آتا ہے کہ ''ڈاکٹر طاہرالقادری ٹھیک کہتے تھے''۔

دنیا حیران ہے کہ ان کی کہی ہوئی ہر بات کس طرح سچ ثابت ہوجاتی ہے۔ وہ یہ نہ جان پائیں گے، اس لئے کہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

اتقوا فراسة المومن انه ينظر بنورالله. ''مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔

حادثہ وہ جو ابھی پردہ افلاک میں ہے
عکس اس کا میرے آئینہ ادراک میں ہے

جو کاٹنا نہیں چاہتے، وہ بوتے ہی کیوں ہو؟

آج وطنِ عزیز میں ہر طبقہ اور ادارہ اپنے حقوق کیلئے احتجاج کرتا، دھرنے دیتا اور آواز بلند کرتا نظر آتا ہے مگر یہ انفرادی آوازیں ریاستی جبروتشدد سے دبا دی جاتی ہیں۔ کاش! یہ اس آواز پر لبیک کہتے جب انہیں پکارا گیا مگر یہ اپنی ہی زندگی میں مست رہے۔

(طاہر محمود اعوان) www.tahirmehmoodawan.blogspot.com

یاد ہے؟ جب شہرِ اقتدار میں
عوام کے لئے ممنوعہ شاہراہ پر
اِک کربل سجا تھا
اور حشر سے پہلے اک حشر اٹھا تھا؟
جب نظامِ ظلم کے سامنے
کچھ سر پھرے اُٹھ کھڑے تھے
تم گھروں میں سوتے رہے
اور وہ تنہا لڑے تھے؟
یاد ہے؟
اگست کی سیاہ رات میں وہ بہتے خون؟
جب آنسو گیس کی شیلنگ
اور قتل عام کا ریاستی حکم ہوا تھا
تو کس کے سینے پر کتنی گولیاں چلی تھیں؟
کس کا بازو ٹوٹا تھا؟
کس کی ٹانگیں دور جا پڑی تھیں؟
یاد ہے؟
جب ہسپتال زخمیوں سے بھر گئے تھے
اور پھر اُن کٹے پھٹے جسموں میں سے بھی
کتنوں کو پولیس نے اٹھا کر قید خانوں
میں ڈال دیا تھا؟؟
شاید تم بھول گئے!
مگر میں جانتا ہوں! میں جانتا ہوں کہ
قربانیوں کی نہ ختم ہونے والی داستان میں
کس کس کے لہو کے کتنے قطرے ملے تھے
اور کیسے خونی تاریخ رقم ہوئی تھی
ہاں میں جانتا ہوں! میں جانتا ہوں کہ

جب کھلے آسمان تلے پڑے گمنام لوگوں پر
تیز بارش نے حملہ کیا تھا
تو کس نے کہاں پناہ ڈھونڈی تھی؟
اور جب سورج آگ برساتا تھا
تو تپتی سڑک پر کیسے پاؤں جلتے تھے؟
کس نے کتنے دن بھوک کاٹی تھی؟
تمھیں شاید خبر نہ ہو
مگر میں جانتا ہوں کہ
کس کے پاس کتنا زادِ راہ تھا؟
تمہارے اچھے دنوں کی خاطر
کس نے نوکری چھوڑی، گھر بیچا
کون تھا جو ادھار لے کر چلا؟
میں گواہ ہوں کہ
بزم انقلاب سجنے اور دل مچلنے سے پہلے
جب درندگی چل کر گھروں تک آ گئی تھی
تو گرفتاری سے بچنے کیلئے کس نے
کتنے جگ رتے گھر سے باہر کاٹے؟
کون رشتے داروں کے گھر چھپا تھا؟
کیسے جنگلوں میں پناہ ملی تھی؟
اور کس نے مٹی سے لپٹ کر
وطن کی عظمت کا خواب دیکھا؟
تمھیں نہیں معلوم تو ذرا!
میری ڈائری سے پوچھو
کہ ملک و قوم کی رکھوالی کیلئے
اہل وطن کے حقوق کی بحالی کے لئے
کون تھا؟ کہ جس نے

اک بزم انقلاب سجائی تھی
مگر تمہیں کیا نظر آتا!
تمہاری آنکھوں پر تعصب کی عینک تھی
مگر میں نے دیکھا تھا
کہ جب ظلم کی آندھی چلی تھی تو
کتنے لاشے گرے تھے
وہ بچے، وہ بوڑھے، وہ وطن کی بیٹیاں
ظلم تو سہتے مگر استقامت سے کھڑے تھے
جانتے ہو کون تھے وہ؟
جو تمہارے اور میرے حق کیلئے
جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر جبر سے لڑ گئے تھے؟
وہ جنھوں نے آنے والی نسلوں کے
اچھے مستقبل کیلئے
احتجاج کے گھنگرو پہن کر
سامراجی قوتوں کے سامنے رقص کیا تھا
یاد ہے؟
وہ مہینوں تمہیں بلاتے رہے
کہ آؤ! گرتی ہوئی دیوارِ ظلمت کو مل کر
ایک آخری دھکا دیں
مگر تم سچ جاننے کے باوجود
حق کیلئے آواز اٹھانے سے کتراتے رہے
بس الزامات کے تیر ہی برساتے رہے
اب جب کہ چاروں طرف سے
بلاؤں نے تمہارا گھر دیکھ لیا ہے
تو روتے کیوں ہو؟
جو کاٹنا نہیں چاہتے، وہ بوتے ہی کیوں ہو؟

تحریکی سرگرمیاں

پشاور: تحریک منہاج القرآن، عوامی تحریک کا تنظیمی کنونشن

محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کے زیراہتمام 11 جنوری 2016ء کو پشاور میں منعقدہ تنظیمی کنونشن میں خصوصی شرکت کی۔ اس موقع پر انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اقتصادی راہداری روٹ کے حوالے سے چھوٹے صوبوں کے تحفظات دور کئے جائیں اور اے پی سی کے اعلامیہ کی روشنی میں حکمران خیبر پختونخواہ اور بلوچستان کو مطمئن کریں۔ جب تک وفاق کی اکائیاں مطمئن نہیں ہونگی، اس وقت تک اسے وفاق کا منصوبہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چھوٹے صوبوں کو حقوق دینے کی جدوجہد میں ہم سندھ، کے پی کے اور بلوچستان کے عوام کے ساتھ ہیں اور کسی غاصب کو ان صوبوں کے عوام کا حق نہیں کھانے دیں گے۔ خیبر پختونخواہ کے غیور اور جرات مند عوام دہشتگردی کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ 20 کروڑ عوام کے تحفظ اور سکون کیلئے قربانیاں دینے پر ہم انہیں سلام پیش کرتے ہیں۔

اس موقع پر محترم ڈاکٹر حسن محی الدین نے خیبر پختونخواہ میں عوامی تحریک کی تنظیم سازی فوری شروع کرنے کا اعلان فرمایا۔ آپ نے دو روز خیبر پختونخواہ میں گزارے اور کارکنوں سے ملاقاتیں کیں۔

محترم خرم نواز گنڈا پور نے کہا کہ ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ اڑھائی سال کے مختصر عرصہ میں خیبر پختونخواہ میں پولیس، ٹیکس اور تعلیم کے شعبوں میں نمایاں بہتری آئی ہے۔ جبکہ پنجاب آج تک پولیس سٹیٹ ہی ہے، جہاں کی پولیس مقتدر آقاؤں کے اشارے پر ناچتی ہے۔ پنجاب کے ٹیکس اور تعلیم کے محکمے کرپشن کا گڑھ ہیں۔

چیف آرگنائزر PAT محترم میجر (ر) محمد سعید نے کہا کہ عوامی تحریک کو KPK میں آرگنائز کریں گے۔ یہاں کے عوام شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری سے پیار کرتے ہیں اور یہاں کے رہنے والوں نے دھرنے میں قابل ستائش قربانیاں دیں۔ کنونشن سے محترم علامہ سید فرحت حسین شاہ، محترم راجہ وقار، محترم شہزاد حسین نقوی، محترم امجد علی شاہ اور محترم ڈاکٹر شبیر گیلانی نے خطاب کیا۔ اس کنونشن میں عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کے سینکڑوں کارکنان اور عہدیداران نے شرکت کی۔

اسلام آباد: میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس

تحریک منہاج القرآن اسلام آباد کے زیراہتمام 12 جنوری 2016ء کو جامع مسجد حیدری کراچی کمپنی میں میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس کی صدارت محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کر رہے تھے۔ میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس میں پاکستان عوامی تحریک کے چیف آرگنائزر محترم میجر (ر) سعید راجپوت، سیکرٹری جنرل محترم خرم نواز گنڈاپور، محترم پیر ناصر جمیل ہاشمی، محترم قاری عبید ستی، محترم سلطان کیانی، محترم قاری احسان قادر، محترم ابرار رضا ایڈووکیٹ، محترم فاروق بٹ، محترم صدیق بٹ، محترم طیب حسین، محترم عبدالغنی نقشبندی، محترم چوہدری یاسین، محترم سید جہانگیر شاہ، محترم مصطفیٰ خان، محترم غلام علی خان، محترم محمد امین، محترم عبدالواحد بٹ، محترم پھل نصیب، محترم سردار محمد علی لاشاری، سمیت تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کے عہدیداران و کارکنان اور معززین شہر کی بڑی تعداد موجود تھی۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کہا کہ اسلام کے نور سے جہالت میں ڈوبا ہوا معاشرہ دیکھتے ہی دیکھتے امن کا گہوارہ بن گیا۔ حضور ﷺ امن عالم کے علم بردار ہیں۔ آپ ﷺ کے قول و فعل سے اقوام عالم میں

انسانیت کے احترام پر مبنی عالمگیر معاشرہ قائم ہوا۔ ہمارا فریضہ ہے کہ ہم حضور ﷺ کی تعلیمات کو اپناتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اسی ڈگر پر ڈھالیں جس سے امت اور قوم کا کھویا ہوا وقار پھر سے بحال کیا جاسکے۔ داعش سمیت تمام انتہاپسند تنظیمیں انسانیت کی دشمن ہیں جو اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہی ہیں۔

کرپشن، جہالت اور دہشت گردی کے باعث پورا ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ قوم کو زوال کے گڑھوں سے نکلنے کے لئے جدید سائنسی اور تحقیقی علوم پر دسترس حاصل کرنا ہوگی۔ پوری قوم، خصوصاً نوجوان نسل کو یکجا ہوکر انتہاپسندی اور دہشت گردی کے خلاف میدان میں نکلنا ہوگا۔ نوجوان شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے 'نصابِ امن' سے مستفید ہوکر قیام امن کے لئے معاشرے میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

پاکستان عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کے کارکن نہ تھکے ہیں، نہ جھکے ہیں اور نہ بکے ہیں۔ ہم معاشرے میں قیام امن کیلئے کوشاں ہے۔ قیامِ امن، عوامی حقوق، شہدائے انقلاب کو انصاف کی فراہمی اور کرپٹ نظام کی تبدیلی تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ انتخابی اور انقلابی محاذوں پر جنگ جاری رہے گی۔ تسلسل، حکمت اور استقامت کا نام انقلاب ہے۔ کارکنوں کی قربانیاں ہر صورت رنگ لائیں گی اور انقلاب آ کر رہے گا۔

کوٹ مٹھن: خواجہ فریدؒ قومی امن کانفرنس

چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے 17 جنوری 2016ء کو خواجہ فرید قومی امن کانفرنس میں شرکت کی۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ

تصوف انسانیت کو جوڑنے اور متحد رکھنے کا درس دیتا ہے۔ صوفیائے کرام نے ہر دور میں ثقافتی، سماجی اور معاشرتی رشتوں کو محبت انگیز جذبوں اور اپنے خوبصورت کلام کے رنگوں کی آمیزش سے مضبوط کیا ہے۔ صوفیائے کرام کی تعلیمات پیار و محبت اور اسلامی فلاسفی سے مزین ہیں۔ یہ تعلیمات صبر و برداشت اور دوسروں کے عقائد کا احترام سکھاتی ہیں۔ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کا کلام عہد حاضر کے کلچر اور سوسائٹی کو متحد اور مضبوط کرتا نظر آتا ہے۔ آج دنیا میں منفی سرگرمیوں، عدم برداشت، دہشت گردی اور اسلام فوبیا کا توڑ صوفیاء کی تعلیمات کے فروغ میں ہے۔ تصوف صحیح معنوں میں ہماری روحانی اقدار کی بنیاد ہے۔ تصوف انسانی مساوات، اصول پرستی اور اسلام کے منصفانہ سلوک کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے ساتھ اپنے مذہب عقیدے، ثقافتی، سماجی اور سیاسی اقدار اور اصولوں کے مطابق آزادی سے زندگیاں گزارنے کا سبق دیتا ہے۔

☆ جنوبی پنجاب کے دورہ کے دوران چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کے اعزاز میں عشائیے کا اہتمام کیا گیا جس میں مختلف مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات نے شرکت کی۔ عشائیے سے خطاب کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کہا کہ انتہا پسندی اور دہشت گردی عالم اسلام سمیت پاکستان کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے امن کے سفیر بن کر انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں انتہا پسندی کے خاتمہ کے لئے ان کا تحقیقاتی کام اسلام کے چہرے پر لگائے جانے والے دہشت گردی کے داغ کو صاف کر رہا ہے۔ شیخ الاسلام عالم اسلام کی وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے تعلیمی اداروں میں فروغ امن نصاب پڑھائے جانے کی نہ صرف آواز بلند کی بلکہ فروغ امن کا نصاب بھی مرتب کر دیا ہے۔ اب ملت کے ہر فرد کو چاہیے کہ وہ شیخ الاسلام کی اس فکر کو لوگوں تک پہنچانے کیلئے اپنا کردار ادا کرے۔

محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا دورۂ جنوبی کوریا اور ہانگ کانگ

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے جنوری 2016ء میں جنوبی کوریا اور ہانگ کانگ کا 12 روزہ دورہ کیا۔ اس دورہ کے دوران انہوں نے متعدد پروگرامز میں شرکت کی اور مختلف طبقات کے نمائندہ افراد سے ملاقاتیں کیں۔ اس دورہ کی رپورٹ نذرِ قارئین ہے:

جنوبی کوریا

محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری جنوبی کوریا کے دعوتی و تنظیمی دورہ پر 31 دسمبر 2015ء کو انچھن پہنچے۔ انچھن ائیر پورٹ پر منہاج ایشین کونسل کے امیر محمد جمیل قادری، منہاج القرآن جنوبی کوریا کے صدر مرزا ساجد بیگ، پاکستان عوامی تحریک جنوبی کوریا کے صدر مردان علی قادری، مرکزی ناظمِ دعوت منہاج القرآن انٹرنیشنل علامہ محمد اعجاز ملک اور محمد نواز چشتی سمیت پاکستانی کمیونٹی سے تعلق رکھنے والی مختلف سماجی شخصیات اور منہاج القرآن انٹرنیشنل اور پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان کی طرف سے آپ کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔

☆ 01 جنوری 2016ء کو منہاج القرآن انٹرنیشنل بوسان کے زیرِاہتمام منہاج اسلامک سنٹر میں 'میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس' کا انعقاد ہوا، جس کے مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری تھے۔ کانفرنس میں منہاج ایشین کونسل کے امیر محمد جمیل قادری، منہاج القرآن جاپان کے راہنماء علی عمران قادری، علامہ محمد اعجاز ملک، محمد اصغر بانگی سمیت بوسان اور اس کے مضافاتی علاقوں سے عشاقانِ رسول ﷺ نے شرکت کی۔ کانفرنس کی میزبانی بابر علی قادری، عقیل مجاہد اور محمد نعیم کر رہے تھے۔ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کا آغاز تلاوت و نعت سے ہوا۔ مقامی ثناء خوانوں کے علاوہ مہمان ثناء خوان محمد نواز چشتی نے نعت رسول مقبول پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

اس موقع پر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ رسول اکرم ﷺ وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ میلاد کی اصل یہ ہے کہ ہم مخلوقِ خدا سے محبت کریں۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل کا پیغام یہ ہے کہ تمام اختلافات بھلا کر اتحاد و اتفاق کی اعلیٰ مثال قائم کریں اور دیارِ غیر میں اچھے مسلمان اور پاکستانی ہونے کا ثبوت دیں۔

☆ 02 جنوری 2016ء کو منہاج القرآن انٹرنیشنل جنوبی کوریا کے زیرِاہتمام تھیگو کے ہوٹل میں عظیم الشان محفلِ میلاد النبی ﷺ کا انعقاد کیا گیا جس کے مہمانِ خصوصی محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری تھے۔ میلاد النبی ﷺ کانفرنس کا انتظام راجہ محمد عامر اور ابراہیم چوہدری کے تعاون سے منہاج القرآن تھیگو نے کیا تھا۔ محفلِ میلاد میں منہاج ایشین کونسل کے امیر محمد جمیل قادری، صدر علی عمران قادری، علامہ محمد اعجاز ملک، منہاج القرآن انٹرنیشنل جنوبی کوریا کے صدر حافظ محمد طاہر، معروف سماجی شخصیات ملک عابد، ملک ندیم، مرزا نزاکت، یاسین بلوچ، عالم خان، امجد بھائی ویگان والے، عبدالجبار، دی بول نیوز اور کائنات نیوز کے نمائندہ شوکت علی، ایکسپرس کے عابد چوہدری سمیت منہاج القرآن انٹرنیشنل کے کارکنان اور عشاقانِ رسول ﷺ شریک تھے۔

محفلِ میلاد النبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کہا کہ ہمارے گناہ عشقِ رسول ﷺ کی صداقت میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ اگر ہم اسوہ حسنہ کے سچے پیروکار بننا چاہتے ہیں تو ہمیں گناہوں کی لت سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل اسی نہج پر کام کر رہی ہے تاکہ مکینِ گنبدِ خضریٰ سے ٹوٹے ہوئے تعلق کو دوبارہ بحال کیا جاسکے۔

☆ 03 جنوری 2016ء کو منہاج القرآن انٹرنیشنل جنوبی کوریا کے زیرِاہتمام انچھن میں 'مرکزی میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس' کا انعقاد ہوا، جس کے مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری تھے۔ کانفرنس میں منہاج ایشین کونسل کے امیر محمد جمیل

قادری، منہاج ایشین کونسل کے صدر علی عمران قادری، منہاج القرآن جنوبی کوریا کے صدر حافظ محمد طاہر، پاکستان عوامی تحریک کے صدر مردان علی، منہاج اسلامک سنٹر انچھن کے ڈائریکٹر علامہ محمد رضا قادری، منہاج القرآن جاپان کے رفیق علامہ عبدالمصطفیٰ، نیشنل فوڈ جنوبی کوریا کے سربراہ ملک محمد مظہر، پاکستان بزنس ایسوسی ایشن کے ممبر مدثر چیمہ، عبدالقدوس بھٹی، علامہ محمد اعجاز ملک، شارک سعید، شفیق خان، زبیر خان، ملک اختر اور محمد اصغر بانگی سمیت عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ اور جنوبی کوریا میں بسنے والی تمام مسلم کمیونٹیز کے نمائندگان نے شرکت کی۔

حافظ محمد طاہر نے تلاوت کلام پاک اور مردان علی قادری، جاوید علی سجن اور محمد نواز چشتی نے نعت رسول مقبول کی سعادت حاصل کی۔ منہاج ایشین کونسل کے امیر محمد جمیل قادری نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی جنوبی کوریا آمد جنوبی کوریا کی مسلم کمیونٹی کے لیے باعثِ افتخار ہے۔

محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے مرکزی میلادِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قدرت انسان کو جذبہ محبت کے ساتھ پیدا کرتی ہے، جبکہ نفرت کا جذبہ فطرتی نہیں ہوتا۔ فطرتاً انسان کو اپنی اصل سے محبت کرنے کا جذبہ ودیعت کیا جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اس کائنات کی اصل ہیں، آپ کے ساتھ محبت کرنا فطرتی عمل ہے۔ امتِ مسلمہ کے اتحاد کی جڑ بھی محبتِ رسول ﷺ ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور منہاج القرآن انٹرنیشنل اسی جذبہ محبت کے فروغ کے مشن کے ساتھ میدانِ عمل میں ہیں۔ پاکستان عوامی تحریک ظالمانہ نظام کے خلاف جدوجہد کر رہی ہے۔ محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے پروقار میلادِ مصطفیٰ کانفرنس کے انعقاد پر منہاج القرآن انٹرنیشنل اور پاکستان عوامی تحریک کے تمام عہدیداران اور کارکنان کو مبارکباد پیش کی۔

☆ 04 جنوری 2016ء کو ایتوان میں پاکستانی بزنس کمیونٹی جنوبی کوریا کی طرف سے منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام کیا گیا۔ عشائیہ میں بزنس کمیونٹی کے ممبران کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ پاکستانی بزنس کمیونٹی کے ممبران نے جنوبی کوریا آمد پر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا شکریہ ادا کیا اور ان کی آمد کو باعثِ خیر و برکت قرار دیا۔

محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے عشائیہ کے شرکاء سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تمام شعبہ ہائے زندگی اللہ تعالیٰ کی صفات کا ہی مظہر ہیں۔ انسانِ کامل رسولِ اکرم ﷺ نے ایک تاجر کی حیثیت سے بھی معاشی معاملات میں ہماری راہنمائی فرمائی ہے اور ہمارے لیے حرام و حلال کی حدود متعین کی ہیں۔ پیغامِ دین دورِ جدید سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔ وطنِ عزیز کو درپیش چیلنجز سے نکالنے کے لیے ہر فرد کو ذمہ داری ادا کرنا ہوگی۔

☆ 05 جنوری 2016ء کو محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی صدارت میں منہاج اسلامک سنٹر شیوا میں منہاج القرآن انٹرنیشنل جنوبی کوریا اور پاکستان عوامی تحریک جنوبی کوریا کا مشترکہ اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں منہاج ایشن کونسل کے امیر محمد جمیل قادری، منہاج ایشن کونسل کے صدر علی عمران، پاکستان عوامی تحریک جنوبی کوریا کے صدر مردان علی قادری، سیکرٹری جنرل محمد بوٹا قادری، محمد رضا قادری، ملک محمد اعجاز، عبدالمصطفیٰ شاہین، جاوید علی سجن، مرزا ساجد بیگ، ظہیر عباس اور محمد اصغر بانگی شریک تھے۔ مشترکہ اجلاس میں منہاج القرآن جنوبی کوریا اور پاکستان عوامی تحریک کی تنظیمِ نو سمیت مختلف نئی تنظیمات کے قیام زیرِ غور رہا۔

محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کارکنان کی مشاورت سے منہاج القرآن انٹرنیشنل جنوبی کوریا کو سیئول، کھیونگی دو، تھیگو اور بوسان کی چار ذیلی تنظیمات میں تقسیم کرتے ہوئے جلد از جلد تنظیمات کو مکمل کرنے پر زور دیا۔ انہوں ہدایت دی کہ ہر تنظیم اسلامک سنٹر کا قیام عمل میں لائے جس میں قرآنِ مجید کی تعلیم کا خاص طور پر اہتمام کیا جائے۔ تنظیمات خواتین اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر خاص طور پر توجہ دیں۔ محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے منہاج القرآن انٹرنیشنل کے نئے رفقاء کو خوش آمدید کہا اور ان میں رفاقت کی اسناد تقسیم کیں۔ نئے رفقاء میں محمد نواز چشتی، غلام حسین، سمیع علی قادری، سجاد حسین، اصغر بانگی، شہزاد علی بھٹی اور اسرار خان شامل تھے۔

ہانگ کانگ

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری جنوبی کوریا کے کامیاب دعوتی و تنظیمی دورہ کے بعد 06 جنوری 2016ء کو تنظیمی دورہ پر ہانگ کانگ پہنچے۔ ایئرپورٹ پر صدر منہاج القرآن ہانگ کانگ محمد نجیب، امجد نیاز، محمد نسیم نقشبندی، حافظ تنویر حسین شاہ اور منہاج القرآن انٹرنیشنل ہانگ کانگ کے عہدیداران، رفقاء، کارکنان اور وابستگان نے پرتپاک استقبال کیا۔ اس موقع پر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے استقبال کرنے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ منہاج القرآن کا مشن امن پسندی اور تکریم انسانیت کا فروغ ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی فکر دنیا کو امن کا گہوارہ بنا سکتی ہے، کیونکہ اس کا سرچشمہ آقائے دوجہاں ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے۔

☆ منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے 07 جنوری 2016ء کو چین کے شہر گوانزو میں صحابیٔ رسول ﷺ سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی۔ اس موقع پر محمد سکندر باجا، امجد نیاز، حافظ محمد نسیم اور تنویر حسین شاہ ان کے ہمراہ تھے۔ اس موقع پر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے اسوہ صحابہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اسلام کی تبلیغ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بڑی آزمائشیں برداشت کیں۔ آزمائشیں ان کے قدموں کو ڈگمگا نہیں سکیں۔ اسوۂ صحابہ پر چلنے والے لوگ کبھی ناکام نہیں ہوسکتے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ کی راہنمائی میں کام کرتے ہیں، ان کے پاس خاص نور اور علم ہوتا ہے جس کے مطابق ان کی منصوبہ بندی اور حکمت عملی بنتی ہے اور وعدہ الٰہی کے مطابق اپنی منزل کو پاتے ہیں۔

☆ 8 جنوری کو محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے ہانگ کانگ کی مسجد ’جامع مسجد کولون‘ میں نمازِ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا۔ اجتماع میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کے رفقاء و کارکنان سمیت افریقہ، مڈل ایسٹ، یورپ اور دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے ہزاروں مسلمان شریک تھے۔ محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے اردو اور انگلش زبان میں خطاب کیا۔ آپ نے قرآنِ مجید کی سورۃ العصر کی آیات کو موضوع بناتے ہوئے کہا کہ اس سورہ میں اللہ رب العزت نے خسارہ اٹھانے والوں اور اس خسارہ سے نجات پانے والوں کا ذکر فرمایا ہے۔ خسارہ پاکر فنا ہو جانے والے ابوجہل اور اس کے پیروکار جبکہ خسارے سے بچ کر بقا حاصل کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق، عمرِ فاروق، عثمانِ غنی، حیدرِ کرار رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کی اتباع کرنے والے ہیں۔ خسارے سے بچنے کے لئے لازم ہے کہ بندہ اپنی جان و مال اور عزت و آبرو، حتیٰ کہ ہر چیز سے بڑھ کر آقائے دو جہاں ﷺ سے محبت کرے اور اعمالِ صالحہ کا ذخیرہ کرے۔ حق و باطل میں فرق سمجھنے اور حق کے ساتھ کھڑے ہونے والے اور راہِ حق میں پیش آمدہ مصائب و مشکلات پر صبر کرنے والے ہی اسلام کی نظر میں کامیاب ہیں۔

اس موقع پر انہوں نے انتہا پسندی اور دہشت گردی کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گردی اور انتہا پسندی ایک عالمی برائی ہے، اسے صرف بندوق کے زور پر ختم نہیں کیا جا سکتا، اس کیلئے نوجوان نسل کی فکری اصلاح اور ہر سطح پر پڑھائے جانیوالے نصاب کی ایک ایک سطر پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل دہشت گردی کے خاتمے اور عالمی امن کے پائیدار قیام کیلئے ہر سطح پر جدوجہد کر رہی ہے۔

نمازِ جمعہ کے بعد اجتماعِ جمعہ کے شرکاء نے محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری سے ملاقات کی اور منہاج القرآن انٹرنیشنل کے مشن کے لیے ہر ممکن تعاون کی یقین دہانی کروائی۔

☆ پاکستان ایسوسی ایشن آف ہانگ کانگ نے منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کے اعزاز میں 8 جنوری 2016ء کو پاکستان ایسوسی ایشن کلب میں پرتکلف عشائیہ کا اہتمام کیا، جس میں محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

کے علاوہ منہاج ایشین کونسل کے سیکرٹری جنرل امجد نیاز، منہاج القرآن انٹرنیشنل ہانگ کانگ کے سرپرست محمد سکندر باچہ، صدر حاجی محمد نجیب، پاکستانی قونصلیٹ سے نواب علی، اشفاق بھٹی، طاہر محمود اور محمد عامر، بورڈ آف ٹرسٹیز ہانگ کانگ کے چیئرمین حاجی قمر زمان منہاس، پاکستان ٹریڈز ایسوسی ایشن کے چیئرمین چوہدری افتخار حسین، پاکستان تحریکِ انصاف ہانگ کانگ کے صدر چوہدری محمد الیاس سمیت پاکستانی بزنس کمیونٹی کے ممبران نے شرکت کی۔ عشائیہ کا آغاز قاری صابر حسین صابری کی تلاوتِ قرآنِ مجید اور عمان سے مہمان نعت خوان غلام مرتضیٰ قادری کی نعت سے ہوا۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے عشائیہ کے شرکاء سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج نئے فتنے جنم لے رہے ہیں اور برائی نت نئے طریقوں سے ارتقاء پذیر ہے، جس کے خاتمہ کے لیے نئے انداز کو اپنانا ہوگا۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل ہر محاذ پر برائی، ظلم، تشدد، ناانصافی، کرپشن، لاقانونیت، دہشت گردی اور انتہاء پسندی کے خاتمے کے لیے مصروفِ جہاد ہے۔

اس موقع پر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے پاکستان کے حالات اور مسائل پر تفصیلی روشنی ڈالی اور عشائیہ کے شرکاء کی طرف سے کیے گئے سوالوں کے جوابات بھی دیئے۔

☆ منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیرِ اہتمام 9 جنوری 2016 کو منہاج القرآن اسلامک سینٹر کھوائی چنگ میں عظیم الشان محفلِ میلاد منعقد ہوئی جس میں خصوصی خطاب منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کیا۔ محفل میں منہاج ایشین کونسل کے سیکرٹری جنرل امجد نیاز، منہاج القرآن انٹرنیشنل ہانگ کانگ کے سرپرست محمد سکندر باچا، صدر حاجی محمد نجیب، ، چیئرمین بورڈ آف ٹرسٹیز ہانگ کانگ حاجی قمر زمان منہاس اور چیئرمین پاکستان ٹریڈز ایسوسی ایشن چوہدری افتخار حسین سمیت

منہاج تحفیظ القرآن انسٹیٹیوٹ راولپنڈی

حفظ القرآن مع (Eng Medium) Grade6 to Grade3

منہاج آن لائن قرات اکیڈمی
دنیا بھر میں قراء حضرات سے
آن لائن ناظرہ قرآن مجید اور
تجوید کورس کے لئے رابطہ فرمائیں

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے (فار بوائز اینڈ گرلز)

عمر کی حد: 8 سال تا 11 سال
نوٹ: ناظرہ مکمل ہونا ضروری نہیں۔
1st فروری 2016 سے
داخلہ جاری ہے

برائے معلومات: منہاج ایجوکیشنل کمپلیکس فضل ٹاؤن فیز 1 ائیر پورٹ روڈ راولپنڈی
facebook: minhajedurawalpindi

Email,mec.chawan74@gmail.com/03346667739,03468539620 ,051-3710044,051-5706036

عشاقانِ رسول ﷺ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

محفلِ میلاد النبی ﷺ میں تلاوتِ قرآنِ مجید کی سعادت حافظ تنویر حسین شاہ نے حاصل کی، جبکہ قاری صابر حسین صابری نے نعتِ رسولِ مقبول اور قاری قدرت اللہ سلطانی نے کلامِ باہو پیش کیا۔ حافظ محمد نسیم نقشبندی نے محفلِ میلاد میں نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ محفلِ میلاد سے خطاب کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کہا کہ

حضورِ اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ ہیں اور آپ ﷺ کو پانے کے لیے ان ہزاروں پردوں کو جلانا ہوگا جو راہ میں رکاوٹ ہیں۔ حسد، حرص، لالچ، بغض وعناد، تکبر اور خود پسندی وہ پردے ہیں جو محبوب تک پہنچنے میں رکاوٹ ہیں۔ ایک طرح کے گناہ وہ ہیں جو ہمیں نظر آتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ نظر آنے والے گناہوں کا علاج نظر آنے والی عبادات ہیں اور نظر نہ آنے والے گناہوں کا علاج نظر نہ آنے والی عبادات ہیں۔ نظر آنے والی عبادات میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات ہیں جبکہ نظر نہ آنے والی عبادات میں آقا ﷺ کی امت کی خدمت، بھوکوں کی بھوک مٹانا، بیواؤں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کا سہارا بننا ہے۔

☆ محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے 10 جنوری کو منہاج القرآن اسلامک سنٹر ہانگ کانگ میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کے عہدیداران و کارکنان سے ملاقات کی اور ورکرز کنونشن سے خطاب کیا۔ اس موقع پر انہوں نے ہانگ کانگ میں اسلام کی حقیقی تعلیمات کے فروغ اور منہاج القرآن انٹرنیشنل کی امن و سلامتی کے فروغ کے لئے کی جانے والی سرگرمیوں کو منظّم انداز میں بڑھانے کی تاکید کی۔ کارکنان سے ملاقات کے دوران ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور مشن مصطفوی کے فروغ کے لئے ان کی قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا۔

☆ 11 جنوری کو محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے منہاج القرآن سن پوکونگ کے سینٹر کا دورہ کیا جہاں منہاج القرآن انٹرنیشنل کے رفقاء کی طرف سے ان کے اعزاز میں ظہرانہ پیش کیا۔ اس موقع پر آپ نے ہانگ کانگ کے جملہ کارکنان وعہدیداران سے ملاقات کی اور انہیں مختلف دعوتی و تنظیمی امور پر ہدایات جاری کیں۔

انڈیا: شیخ الاسلام کے مرتب کردہ 'نصابِ امن' کی تشہیری مہم

منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا کے زیرِ اہتمام لکھنو اور بروڈا میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دہشت گردی کے خلاف جاری کردہ مبسوط تاریخی فتویٰ اور انسدادِ دہشت گردی نصاب کی تشہیری مہم کا آغاز کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں لکھنو میں تقریب منعقد کی گئی جس میں منہاج القرآن انڈیا کے سیکرٹری جنرل شعیب ملک، منہاج القرآن لکھنو کمیٹی کے سیکرٹری جنرل عامر سید، منہاج القرآن بروڈا کمیٹی کے ممبر صہیب شیخ سمیت مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات اور پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا کے افراد نے شرکت کی۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے شعیب ملک کا کہنا تھا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنے فتویٰ میں صحاح ستہ کی کتب کا حوالہ دے کر احادیثِ صحیحہ سے خوارج کی جو علامات بیان کی ہیں وہ تمام علامات عصر حاضر کے دہشت گردوں میں پائی جاتی ہیں۔ دہشت گرد کم عمر لڑکوں کو خودکش حملوں کیلئے اکساتے ہیں اور معصوم لوگوں کا قتلِ عام کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام نے اپنا قلمی جہاد اس محاذ پر جاری رکھتے ہوئے نوجوان نسل کو اسلام کے حقیقی تصور امن سے آشنا کیا اور انسدادِ دہشت گردی کے موضوع پر 25 سے زائد کتب تصنیف کی ہیں۔ شیخ الاسلام نے گزشتہ مہینوں میں علالت کے باوجود 25 کتب پر مشتمل نصابِ امن تیار کیا ہے۔ یہ نصاب انگریزی، عربی اور اردو زبان پر مشتمل ہے۔ یہ نصاب پوری دنیا کے لوگوں کیلئے تیار کیا گیا ہے اور یہ اپنی نوعیت کی منفرد اور پہلی تحقیقی کاوش ہے جس سے نوجوانوں اور دانشوروں کو فتنہ خوارج کو سمجھنے اور اسے رد کرنے میں مدد ملے گی۔

☆ دہلی سے شائع ہونے والے شمارہ ’’ماہنامہ جامِ نور‘‘ کی خصوصی اشاعت: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے مرتب کردہ امن نصاب کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر ممتاز علمی و فکری شخصیت محترم علامہ خوشتر نورانی کی زیرادارت دہلی سے شائع ہونے والے ایک معروف شمارہ ’’ماہنامہ جامِ نور‘‘ نے جنوری 2016ء میں اس حوالے سے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا جس میں انڈیا کے ممتاز اور نامور علمی، فکری شخصیات نے شیخ الاسلام کے مرتب کردہ اس امن نصاب پر اپنے زریں خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اسے وقت کی ضرورت اور احسن اقدام قرار دیا۔ (یہ خصوصی شمارہ مرکزی سیل سنٹر منہاج القرآن لاہور پر دستیاب ہے)

MWF فیصل آباد کے زیر اہتمام 25 جوڑوں کی اجتماعی شادیوں کی پروقار تقریب

رپورٹ: غلام محمد قادری (ضلعی سیکرٹری اطلاعات): منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن (MWF) فیصل آباد کے زیر اہتمام 25 جوڑوں کی اجتماعی شادیوں کی پروقار تقریب منہاج القرآن اسلامک سنٹر گلفشاں کالونی کے سامنے وسیع گراؤنڈ میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب کی صدارت تحریک منہاج القرآن کے مرکزی ناظم اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈا پور نے کی۔ سٹیج پر حاجی محمد امین القادری، میاں کاشف محمود، رانا طاہر سلیم خاں، رانا رب نواز انجم، شیخ اعجاز قادری، حاجی محمد سلیم قادری، حاجی محمد رفیق، حاجی محمد رشید قادری، ضلعی سیکرٹری اطلاعات غلام محمد قادری، حاجی محمد اشرف قادری، اللہ رکھا نعیم، محمد اسد القادری، ملک سرفراز قادری، عمیر حنیف کے علاوہ دیگر ممتاز سیاسی، مذہبی، سوشل ویلفیئر اور سماجی بہبود کے نمائندوں نے شرکت کی۔

اس تقریب سعید سے مرکزی ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈا پور نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی مذہبی، تعلیمی اور فلاحی خدمات قابلِ تقلید ہیں آپ امن و سلامتی کے حقیقی سفیر ہیں انہوں نے نفرتوں کو محبتوں سے بدلنے کا جو مشن شروع کیا ہے وہ پوری دنیا میں انہیں ممتاز کرتا ہے۔ تقریب سے مرکزی ناظم ویلفیئر سید امجد علی شاہ، چوہدری بشارت جسپال نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے بے سہارہ اور یتیم بچوں کے منصوبے آغوش سمیت دیگر فلاحی اور تعلیمی منصوبوں کو دوسروں کے لئے مثال بنا دیا ہے۔ منہاج القرآن کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ اس نے معاشرے میں باہمی اخوت اور محبت کے جذبے کو اجاگر کیا اور آج شیخ الاسلام کی زیرقیادت دنیا بھر میں منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن دکھی انسانیت کی خدمت کر رہی ہے۔

نکاح پڑھانے کے فرائض قاری محمد امجد ظفر، قاری سرفراز سیالوی نے سرانجام دیئے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی طرف سے تقریب میں شریک ہر دلہن کو ایک لاکھ روپے سے زائد مالیت کا سامان جن میں قرآن پاک، جائے نماز، برتنوں والی الماری، ڈبل بیڈ، کرسیاں، میز، پیٹی، ڈرمی آٹے والی، اٹیچی کیس، سلائی مشین، واشنگ مشین، پنکھا، استری، کلاک، سٹیل برتن، ڈنر سیٹ، پلاسٹک برتن، رضائی ڈبل بیڈ، تکیے، کھیس، دریاں، واٹر سیٹ، ٹی کپ، میک اپ سامان و دیگر ضروریات زندگی کا تمام سامان اور دلہن کو سونے کا کوکا، دلہا کو گھڑی کا تحفہ دیا گیا۔ تقریب میں 2000 مہمانوں کو پرتکلف کھانا دیا گیا ہے اس پروقار تقریب کا اختتام قرآن پاک کے سائے میں 25 دلہنوں کی رخصتی پر ہوا۔

ضرب امن یوتھ ٹریننگ ورکشاپس

ربع صدی سے امتِ مسلمہ بالعموم اور وطن عزیز بالخصوص جس تنگ نظری، انتہاء پسندی، شدت پسندی اور دہشت گردی کی عالمی جنگ کی لپیٹ میں ہے۔ اس ناسور کے خاتمہ کے لئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے عالمی سطح پر علمی و فکری خدمات سرانجام دیں۔ اس سلسلہ میں دنیا بھر میں مختلف زبانوں میں دہشتگردی کے خلاف فتویٰ، نصابِ امن اور عالمی امن کانفرنسز کی صورت میں علمی، فکری اور نظریاتی محاذ پر اس کے تدارک کے لئے اقدامات قابل ذکر ہیں جس سے دنیا بھر میں اسلام کا تشخص بحال ہوا۔

تحریک منہاج القرآن کی طرف سے آغاز کردہ ضرب امن کا گذشتہ ماہ جنوری 2016ء میں آغاز کیا گیا۔ اس سلسلہ

میں منہاج القرآن یوتھ لیگ نے اس مہم کو پانچ مراحل میں تقسیم کر کے اضلاع، تحصیلات، یونین کونسلز اور یونٹ لیول تک اس مہم کو کامیاب کرنے کا پلان ترتیب دیا ہے۔اس حوالے سے پانچ مراحل پر مشتمل سلسلہ کا پہلا مرحلہ 10 جنوری سے 20 جنوری 2016ء تک منعقد ہوا۔

اس مرحلے میں منہاج القرآن یوتھ لیگ کے زیر اہتمام لاہور، گوجرانوالہ، منڈی بہاؤالدین ،جہلم،اوکاڑہ،فیصل آباد، لودھراں،دنیا پور، رحیم یار خان ، ملتان ،لیہ، سکھر، میرپور خاص، حیدرآباد،ایبٹ آباد، راولپنڈی،چکوال پر ضرب امن یوتھ ٹریننگ ورکشاپس منعقد ہوئیں۔ ان ٹریننگ ورکشاپس میں محترم مظہر محمود علوی(مرکزی صدر)،محترم منصور قاسم اعوان(مرکزی سیکرٹری جنرل) ،محترم عمر قریشی (نائب صدر)محترم ہارون ثانی(سیکرٹری ٹریننگ)،محترم محمد اسماعیل(ڈپٹی سیکرٹری ٹریننگ) ، محترم انعام مصطفوی (سیکرٹری دعوت)،محترم ناصر مصطفوی (ڈپٹی سیکرٹری سوشل میڈیا)،محترم علی رضا نت (سیکرٹری انفارمیشن)منہاج القرآن یوتھ لیگ نے ضربِ امن کے حوالے سے یوتھ پیس ورکرز کوٹریننگ دی۔جن میں بڑی تعداد میں پیس ورکرز تیار کئے گئے۔

﴿اظہارِ تعزیت﴾

گذشتہ ماہ خلیفہ مجاز آستانہ عالیہؒ مگھول شریف حضرت پیر قبلہ آفتاب احمد صاحب،محترم آفتاب قادری (فیصل آباد) کی زوجہ، محترم صفدر علی (علی آباد حافظ آباد) کے والد چوہدری غلام صابر، محترم ثناء اللہ مان (حافظ آباد) کے والد چوہدری مشتاق احمد مان، محترم شاہد اسلام (حافظ آباد) کی والدہ، محترم مہر خادم حسین اور محترم میاں ارشد تقی (کولوتارڑ۔ حافظ آباد) کے کزن عمران بلال، محترم رانا منظور احمد فریدی (سرپرست TMQ پاکپتن شریف) کی ہمشیرہ، محترم میاں غلام مصطفیٰ انقلابی (بالاکوٹ) کے بہنوئی محترم سجاد، محترم علامہ حافظ انوار احمد (واہ کینٹ)، محترم چوہدری محمد ظفر اور اُن کی والدہ (ایچ ایم سی ٹیکسلا)، محترم علامہ محمد عارف (صدر علماء کونسل۔ دینہ جہلم) کی والدہ محترمہ، محترم چوہدری محمد عجائب (ٹیکسلا) کے سسر، محترم محمد سہیل مقصود (صدر PP-67) کی زوجہ، محترم رانا عبدالحمید (PP-62) کے بھائی، محترم حافظ محمد سلیم (گجرات) کی والدہ، محترم حافظ ساجد محمود چشتی (لالہ موسیٰ)، محترم علی حسنین ڈار (PP-110)، محترم انصر گجر (PP-111) کی والدہ، محترم محمد عمران (PP-108) کی ہمشیرہ، محترم سیٹھ طیب طاہر (PP-110) کے والد، محترم حسن ڈار (PP-110) کے دادا، محترم چوہدری ظفر اقبال (PP-109)، محترم سکندر اقبال بھٹی (جھنگ) کے والد، محترم رانا محمد اعظم مرحوم (شورکوٹ) کے بھائی، محترم شبیر احمد گوندل (ونیکے تارڑ) کی والدہ، محترم ملک اصغر علی (پنڈی بھٹیاں) کی بھابھی، محترم ماسٹر محمد یونس فاروقی (حافظ آباد) کی بھابھی، محترم نصراللہ تارڑ کی پھوپھی اور ماموں (صفدر آباد)، محترم تنویر شرافت کی ہمشیرہ، محترم سید راشد حسین کے انکل، محترم محمد احسان کے انکل، محترم محمد صادق مہر (ساہیوال)، محترم پروفیسر ظفر اقبال شہباز کی والدہ (چنیوٹ)، محترم پروفیسر طالب حسین (چنیوٹ) کی والدہ، محترم طارق چشتی (صدر PP-96) کے بھائی، محترم حسین منیر (وزیرآباد) کے دادا، محترم فیاض احمد (PP-93) کا بھانجا، محترم حافظ لقمان (PP-95) کے سسر، محترم عبدالمنان بھٹی (PP-96) کے والد، محترم زبیراللہ چٹھہ (علی پور چٹھہ) کی والدہ، محترم احسان اللہ وڑائچ (سمندری) کی والدہ، محترم غلام فرید جوئیہ (ساہیوال)، محترم انجم نفیس (صفدر آباد) کے والد، محترم علامہ مشتاق احمد منہاجین کے والد، محترم ڈاکٹر منیب (گوجرہ) کے دادا، محترم بشارت علی (پنڈی بھٹیاں) کی والدہ، محترم محمد شاہد فاروق (ضلعی ناظم ٹوبہ) کے بہنوئی، محترم سید محمد شعیب شیرازی (مریدکے) کے تایا جان، محترم ملک محمد بشارت (مریدکے) کے والد اور محترم محمد ساجد مہر (مریدکے) کے والد قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی بخشش و مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

قائد ڈے تقریبات : شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 65 ویں سالگرہ کی مناسبت سے 12 تا 19 فروری 2016ء اندرون و بیرون ملک انفرادی و اجتماعی سطح پر عظیم الشان ہفتہ تقریبات کا اہتمام کیا گیا۔ پاکستان میں یونین کونسل لیول تک اور بیرون ملک موجود جملہ تنظیمات منہاج القرآن اور اسلامک سنٹرز پر عظیم الشان پروگرامز، کانفرنسز، سیمینار، کتب نمائش منعقد ہوئیں۔ تادم تحریر دنیا بھر میں سینکڑوں تقریبات کا اہتمام جاری و ساری ہے۔ ان تقریبات میں سے مرکزی تقریبات کی رپورٹس ان شاء اللہ ماہ اپریل 2016ء کے شمارہ میں شائع کی جائیں گی۔

انتقالِ پُرملال

گذشتہ ماہ مرکزی سیکرٹریٹ پر خدمات سرانجام دینے والے درج ذیل احباب کے اعزاء و اقارب انتقال کرگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ محترم محمد شعیب بزمی (اسسٹنٹ ایڈیٹر ماہنامہ منہاج القرآن) کے والد محترم (مظفرگڑھ) اور ماموں جان

☆ محترم امیر حسنین (انچارج ڈسپیچ آفس) کی ہمشیرہ اور ماموں

☆ محترم عادل حسین عباسی (پرسنل سیکیورٹی انچارج شیخ الاسلام) کے ماموں ☆ محترم اطہر فریدی کا کمسن بیٹا

☆ محترم جمشید خان (دیرینہ پرسنل سیکیورٹی گارڈ شیخ الاسلام) کی اہلیہ

اللہ تعالیٰ مرحومین کی بخشش و مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا دورۂ جنوبی کوریا اور ہانگ کانگ

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
MAR-2016
LAHORE
Regd CPL No.41